توبہ کیا ہے؟ کیسے قبول ہوتی ہے؟

تالیف: استاد شہید مرتضیٰ مطہریؒ

ترجمہ سید جواد حسین مہدوی

عرضِ ناشر

خدا کی معرفت اور اُس کی عبادت قربِ الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے لیکن اکثر اوقات انسان کی بے توجہی اور غفلت اُسے اپنے اِس مقصد سے گمراہ کردیتی ہے اور وہ خدا کی بندگی کی راہ چھوڑ بیٹھتا ہے، گمراہ ہوجاتا ہے

انسان کو اس گمراہی سے راہِ راست پر لانے اور اس غفلت سے اسے ہوشیار کرنے کی غرض سے خداوندِ عالم نے انسان کے اندر اور اس کے باہر سے اہتمام کیا ہے

باہر سے انبیا اور اولیائے الٰہی انسان کی رہنمائی کرتے اور اسے متنبہ کرتے ہیں جبکہ اندر سے اُس کا ضمیر اسے بیدار کرتا ہے، اس میں تنبہ پیدا کرتا ہے اور یوں راہِ راست سے بھٹکا ہوا، خدا کی مخالف سمت چلتا ہوا یہ انسان اپنی سمت بدل کر راہِ راست، صراطِ مستقیم اور خدا کے راستے پر گامزن ہوجاتا ہے

دراصل یہی ہوش، تنبہ، اپنے گناہوں پر پشیمان ہوکر تبدیل ہونے پر تیار ہونا اور اپنا رُخ بدل لینا توبہ ہے

زیرِ نظر تحریر ”توبہ“ کے موضوع پر استاد شہید مرتضیٰ مطہریؒ کی دو تقاریر کا مجموعہ ہے، جو انہوں نے ۲۵ اور ۲۶ رمضان ۱۳۹۰ھ کو حسینیہ ارشاد تہران، ایران میں کی تھیں آج قریب ۳۶، ۳۷ برس گزرجانے کے باوجود ان تقاریر کی تازگی اسی طرح محفوظ ہے، آج بھی استاد مطہریؒ کا ایک ایک لفظ دل کو چھوتا ہوا محسوس ہوتا ہے اور اُن کے لہجے کا اخلاص اُن کے بیان کردہ مفاہیم کو دل میں اتار دیتا ہے

ان تقاریر میں استاد مطہریؒ کی طرف سے توبہ کے مفہوم کی وضاحت اور اِن کے دل نشین ہونے کی صلاحیت ہی اس بات کا باعث بنی کہ دارالثقلین نے انہیں اردو زبان میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا

تقریر کو تحریر کی صورت میں لانا ایک دشوار کام ہے، بالخصوص دوسری زبان میں کی گئی تقریر کے ترجمے کو تحریری صورت دینا تو اور دشوار ہو جاتا ہے بہر صورت بہتر سے بہتر ترجمے کے بعد بھی سرخیاں، بریکٹ، اور بعض الفاظ کے معنی حاشیے میں لکھ کر ہم نے کوشش کی ہے کہ مقرر کی پوری پوری بات پڑھنے والوں تک پہنچ سکے اس سلسلے میں ہم کتنے کامیاب رہے ہیں اس کا فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں

قارئین کے مشوروں، تجاویز اور تنقید کی صورت میں ہماری رہنمائی ہمیں اپنے کام کو بہتر سے بہتر کرنے میں مدد دیتی ہے لہٰذا ہم ہمیشہ اس کے منتظر رہتے ہیں

والسلام

پہلا خطاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اَلْحَمْدُ للّٰه رَبِّ الْعٰالَمِينَ بٰارِیءِ الْخَلاٰءِ قِ اَجْمَعِينَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاٰمُ عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَحَبِيبِهِ وَصَفِيِّهِ، وَحَافِظِ سِرِّهِ وَ مُبَلِّغِ رِسَالاٰتِهِ سَيِّدِنٰا وَنَبِيِّنٰاوَمَوْلاٰنٰااَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّد وَ عَلٰی آلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ الْمَعْصُومِينَاَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ''

''وَذَاالنُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَعَلَيْهِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآاِ لٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَاِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَه وَ نَجَّيْنٰهُاا مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُ‍ْجِی الْمُؤْ مِنِيْنَ ''

(سورہ انبیا ۲۱آیت۸۷،۸۸)

ہ عبادت اور ادعء . بارے میں فتو کررہے تے[۱] گزشتہ دو راتوں میں ہ نے عرض کیا ۃ ا کہ اگرعبادت اور عبودیۃ ئ ل و صورت ے ساتھ انجام دی جائے، تولامحالہ اور لازماسالن ے ذات ِ اقس ِ الٰہی سے حقیقی تقرب کاسبب ہوگیانسان عبودیۃ ے ذریعے خدا سے نزدیک ہوجاتا ہے اور اس (نزدیکی) میں مجاز کا شائبہ بھی نہیں ہے. بالفا ظِ دیگر عبودیت ''سلوک'' ہے، حرکت ہے، پروردگار کی سمت گامزہو. ١٠ ہے

۱:- اس فتو کا اردو ترجمہ دارالثقلین ''عبادت اور نماز'' . ١م سے شائع کر چکا ہے

آج کی رات ہم ''سلوک'' سے سب سے پہلے مرحلے کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں اگر انسان، اپنے پروردگار کی طرف سلوک (سفر کرنا) کرنا چاہتا ہے اور مقامِ قربِ خداوندی تک پہنچنے کا خواہشمند ہے، تو اسے اس منزل، اس مرحلے اور اس نقطے سے آغاز کرنا چاہیے اور جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے، وہ یہی ہے یعنی ہم لوگ، جنہوں نے اس طرف ایک قدم بھی نہیں بڑھایا، ہمارے لئے سالکین کی اعلیٰ منازل کے بارے میں گفتگو بے سود ہے اگر ہم رہِ عمل بننا چاہتے ہیں، تو ہمیں دیکھنا ہوگا کہ قربِ الٰہی اور پروردگار کی جانب سلوک کی پہلی منزل کیا ہے؟ اس کا پہلا مرحلہ کیا ہے؟ اور ہم کہاں سے اپنی عبودیت اور عبادت کا آغاز کریں؟

خدا کی جانب سلوک کی سب سے پہلی منزل ''توبہ'' ہے آج کی رات ہم توبہ کے بارے میں گفتگو کا آغاز کرنا چاہتے ہیں

توبہ کیا ہے؟

توبہ کے کیا معنی ہیں ؟ نفسیاتی اعتبار سے انسان کے لئے توبہ کی حقیقت کیا ہے اور معنوی لحاظ سے یہ انسان پر کیا اثر مرتب کرتی ہے؟ ہم میں سے بہت سے لوگوں کے خیال میں توبہ ایک بہت ہی سادہ سی چیز ہے ہم کبھی یہ نہیں سوچتے کہ آؤ چلیں نفسیاتی لحاظ سے توبہ کا تجزیہ کریں

بنیادی طورپر توبہ واجبات کے مقابل انسان کا ایک امتیاز ہے یعنی انسان میں متعدد اعلیٰ امتیازات، خصوصیات، کمالات اور صلاحیتیں ایسی پائی جاتی ہیں جن میں سے کوئی ایک بھی واجبات میں موجود نہیں انہی اعلیٰ صلاحیتوں میں سے ایک یہی ''توبہ'' ہے

توبہ کے وہ معنی و مفہوم جس کی انشااللہ ہم آپ کے سامنے وضاحت کریں گے، اُس میں توبہ یہ نہیں ہے کہ ہم محض زبان سے اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّی وَاَتُوبُ اِلَیْه بول دینا ہے صرف زبان سے الفاظ کی ادائیگی کی نہیں ہے توبہ ایک نفسیاتی اور روحانی حالت، بلکہ انسان کے اندر ایک روحانی انقلاب ہے، اور اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّی وَاَتُوبُ اِلَیْه اس حالت کا اظہار ہے، خود وہ حالت نہیں ہے، خود توبہ نہیں ہے اُن بہت سی چیزوں کی مانند جن میں لفظ خود اُس چیز کی حقیقت نہیں ہوتا بلکہ اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے

یہ جو ہم دن میں کئی مرتبہ اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّی وَاَتُوبُ اِلَیْه بولتے ہیں ، اِس سے ہمیں یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ ہم دن میں کئی مرتبہ توبہ کرتے ہیں ہم اگر روزانہ ایک مرتبہ بھی سچی توبہ کرلیں، تو یقیناً قربِ الٰہی کے مراحل اور منزلیں حاصل کرلیں

توبہ، یعنی راہ بدلنا

تمہید کے طور پر کچھ عرائض پیش خدمت ہیں ، توجہ فرمایئے:

جمادات، نباتات اور حیوانات کے درمیان ایک فرق پایا جاتا ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ جمادات میں خود اپنا راستہ بدلنے کی صلاحیت نہیں پائی جاتی، وہ از خود اپنا رخ بدلنے پر قادر نہیں ہیں جیسے زمین کی سورج کے گرد، یا خود اپنے محور پر گردش، یا وہ حرکتیں جو تمام ستارے اپنے مدار میں کرتے ہیں، یا اُس پتھر کی حرکت جو اوپر سے چھوڑنے پر زمین کی طرف آتا ہے یہ بات مستقل اور قطعی ہے یعنی وہ پتھر جسے آپ چھوڑتے ہیں اور وہ ایک معین راستے پر چلتا ہے، اسی راستے پر اور اسی رُخ پر رواں دواں رہتا ہے خود اس پتھر کے لئے اپنے راستے کی تبدیلی اور رُخ کا بدلنا ممکن نہیں ہے اس پتھر اور اس جماد کا راستہ بدلنے کے لئے باہر سے کسی عامل کا اس پر اثر انداز ہونا ضروری ہے اب خواہ یہ عامل کوئی مجسم شے ہو یا ہوا کے ایک جھونکے کی مانند کوئی چیز ہو مثلاً جن اشیاء کو "پرواز" یا "اڑان" کو فضا میں بھیجا جاتا ہے وہ از خود کبھی اپنا راستہ تبدیل نہیں کرتے، ماسوا یہ کہ راستے کی تبدیلی کے لئے باہر سے انہیں ہدایت دی جائے لیکن نباتات اور حیوانات جیسے زندہ موجودات میں خود اپنے آپ اپنا راستہ تبدیل کر لینے کی استعداد پائی جاتی ہے یعنی اگر وہ ایسے حالات کا سامنا کریں جو ان کی زندگی کی بقا کے لئے سازگار نہ ہوں، تو وہ اپنا راستہ بدل لیتے ہیں یہ چیز حیوانات میں تو بہت ہی واضح ہے مثلاً ایک بھیڑ، ایک کبوتر یا حتیٰ ایک مکھی بھی جب چلتی ہے، تو جوں ہی کسی مشکل کو سامنے پاتی ہے، فوراً اپنا راستہ بدل لیتی ہے

حتیٰ ممکن ہے وہ ایک سو اسی درجے گھوم جائے یعنی اپنی پہلی سمت سے یکسر مخالف سمت میں حرکت شروع کردے حتیٰ نباتات بھی ایسے ہی ہیں، یعنی نباتات بھی خاص حالات اور معینہ حدود میں اپنے اندر سے اپنی ہدایت کرتے ہیں ، اپنا راستہ تبدیل کرتے ہیں ایک درخت کی جڑیں جو زیرِ زمین حرکت کرتی ہیں اور ایک سمت کو چل رہی ہوتی ہیں ، اگر کسی چٹان کا سامنا کریں، اب چاہے اُس تک پہنچی ہوں یا نہ پہنچی ہوں، ازخود اپنا راستہ بدل لیتی ہیں جیسے ہی انہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ جانے کی جگہ نہیں ہے، وہاں کوئی گزرگاہ اور راستہ نہیں ہے، تو فوراً اپنا راستہ تبدیل کرلیتی ہیں

واضح ہے کہ انسان بھی اس حد تک نباتات اور حیوانات کی مانند ہے، یعنی اپنا راستہ تبدیل کرلیتا ہے

توبہ سے مراد انسان کا راہ بدل لینا ہے البتہ سادہ سا راہ بدل لینا نہیں ، جیسے ایک پودا اپنا راستہ بدلتا ہے، یا جس طرح حیوان اپنا راستہ بدل لیتا ہے بلکہ اس انداز سے راہ بدلنا مراد ہے جو انسان کا خاصّہ ہے اور یہ نفسیاتی اور روحانی نکتہ نظر سے قابلِ تجزیہ و تحلیل اور تحقیق کے لائق ہے

توبہ انسان کا امتیاز ہے

''توبہ'' ایک قسم کا باطنی انقلاب ہے، ایک قسم کا قیام ہے، انسان کا خود اپنے خلاف ایک قسم کا انقلاب ہے اس لحاظ سے یہ انسان کے امتیازات میں سے ہے نباتات اپنا راستہ بدلتے ہیں لیکن اپنے خلاف قیام نہیں کرتے، کر بھی نہیں سکتے ان میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہوتی جمادات اور نباتات کے درمیان فرق یہ ہے کہ جمادات اپنی بقا کے لئے خود سے اپنا راستہ تبدیل نہیں کر سکتے، جبکہ یہ حیرت انگیز صلاحیت نباتات میں پائی جاتی ہے (حیوانات میں بھی موجود ہے)

انسان میں اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز صلاحیت موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ خود اپنے خلاف قیام کرتا ہے، حقیقتاً قیام کرتا ہے اپنے خلاف انقلاب برپا کرتا ہے، واقعاً انقلاب برپا کرتا ہے دو مختلف اور باہمی طور پر برابر چیزیں (ایک دوسرے کے خلاف) قیام اور انقلاب برپا کر سکتی ہیں مثلاً ایک ملک میں معاملات کی باگ ڈور کچھ لوگوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے، بعد میں کچھ دوسرے لوگ ان کے خلاف قیام اور انقلاب برپا کر دیتے ہیں یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے (کیونکہ) جن لوگوں کے خلاف انقلاب برپا ہوا ہے وہ دوسرے افراد ہیں اور جنہوں نے انقلاب برپا کیا ہے وہ دوسرے لوگ ہیں انہوں نے ان پر ... کیا تھا، انہیں ... ناراض اور ... بنا دیا تھا، جو ان کی طرف سے بغاوت اور انقلاب کا سبب بنا اور انہوں نے اچانک انقلاب برپا کر دیا، زمامِ حکومت ان سے چھین لی اور ان کی جگہ پر خود بیٹھ گئے اس میں کوئی نہ ہونے والی بات نہیں

لیکن ایک انسان کے خود اپنے اندر سے انقلاب اٹھانا، خود اپنے خلاف قیام کرنا، یہ کیسے ممکن ہے؟

کیا ممکن ہے کہ ایک شخص خود اپنے خلاف اٹھ کھڑا ہو؟ ہاں ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ ایک شخص ہے، جبکہ اس کے اس خیال کے برخلاف ایسا ہے نہیں وہ ایک واحد شخص ہے لیکن ایک مرکب شخص ہے، بسیط شخص نہیں ہے (1) یعنی ہم جو یہاں بیٹھے ہیں، حدیث میں آنے والی تعبیر کی رو سے ایک جماد یہاں بیٹھا ہے، ایک نبات بھی یہاں بیٹھا ہے، شہوت رکھنے والا ایک حیوان بھی یہاں بیٹھا ہے، ایک درندہ بھی یہاں بیٹھا ہے، ایک شیطان بھی یہاں بیٹھا ہے اور عین اسی حال میں ایک فرشتہ بھی یہاں بیٹھا ہے یعنی شاعروں کے بقول انسان ایک ایسا معجون ہے جس کے وجود میں تمام خصوصیات جمع ہیں کبھی وہ شہوانی حیوان (جس کا مظہر سور کو سمجھا جاتا ہے) انسان کے وجود میں پایا جانے والا وہ سور اس پر حاوی ہو جاتا ہے، اور (اپنے اندر موجود) درندے، شیطان اور فرشتے کو ابھرنے کا موقع نہیں دیتا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوتا ہے، صورتحال یکسر تبدیل ہو جاتی ہے، اور انسان کے وجود پر ایک نئی حکومت قائم ہو جاتی ہے

گناہ گار انسان، وہ انسان ہے جس کے اندر کا حیوان اس پر مسلط ہے، یا اس کے اندر کا شیطان اس پر مسلط ہے، یا اس کے وجود کا درندہ اس پر حاوی ہے عین اسی وقت ایک فرشتہ، ایک عالی قوت بھی اس کے وجود میں محبوس اور اسیر ہے

1: بسیط یعنی غیر مرکب

توبہ، یعنی خود انسان کے اندر سے قیام

جب انسان ے وجود میں پائے جانے واے عاں مقلقت اُس ے اندرر موجود اس کی باطنی مملکت ے امور پر قابض پست مقامات ے خلاف یکایک قیام کرتے ہیں ، ان ب (پست مقامات) کو پکڑ کر قید میں ڈال دیتے ہیں اور خود اپنی فوج اور سپاہ ے ذریعے معاملات کی باگ ڈور سنبھال لیتے ہیں ، تو یہ وہ حالت اور صورت ہے جو حیوان اور نبات میں نہیں پائی جاتی۔ اسی طرح اس ے برعکس بھی ہے، یعنی کبھی کبھی انسان ے وجود میں پائے جانے واے دانی اور پست مقامات اس ے وجود میں موجود عاں اور بلند مقامات ے خلاف قیام اور انقلاب بپا کردیتے ہیں انہیں گرفتار کرے قید کر دیتے ہیں اور اس مملکت ے معاملات اپنے ہاتھ میں ے لیتے ہیں

تربیت کا غلط انداز

اگر آپ نے تجربہ کیا ہو (تو دیکھا ہوگا کہ) کچھ لوگ جو تربیت کے فن سے واقف نہیں ہوتے، وہ نہیں جانتے کہ انسانی وجود میں جو قوتیں موجود ہیں ان سب میں تربیت کے حوالے سے حکمتیں اور مصلحتیں پائی جاتی ہیں اگر ہمارے اندر شہوانی غرائز پائی جاتی ہیں، تو وہ لغو اور بے کار نہیں ہیں ہمیں طبعی احتیاج کی حد میں ان شہوانی غرائز کی تسکین کرنی چاہئے ان کی ایک حد ہے، ایک حق ہے، ایک حد ہے ہمیں ان کا مقررہ حد سے زیادہ نہیں دینا چاہئے اس کی مثال ایسے ہے جیسے آپ سواری کے لئے اپنے گھر میں ایک گھوڑا رکھتے ہیں یا حفاظت کے لئے گھر میں ایک کتا پالتے ہیں اس گھوڑے یا اس کتے کو خوراک کی ضرورت ہے، آپ پر لازم ہے کہ اسے خوراک فراہم کریں

اب کچھ سلیقہ لوگ ایسے ملتے ہیں جو اپنے آپ پر یا اپنے نفس فالت بچوں پر جبر کرتے ہیں بچے کے لئے کھیل کود ضروری ہے اور خود کھیل کود کی یہ ضرورت پروردگار کی حکمتوں میں سے ہے بچے کے بدن میں از بی کی جو مقدار اکھٹی ہوتی ہے اُسے وہ صرف کھیل کود کے ذریعے خارج کر سکتا ہے بچے میں کھیل کود کے لئے غریزہ پایا جاتا ہے اب ہمیں کچھ ایسے افراد نظر آتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اپنے بچوں کی تربیت کرنا چاہتے ہیں بہت خوب، اچھی بات ہے

آپ کیسے تربیت کرنا چاہتے ہیں ؟

وہ اپنے پانچ سالہ بچے کو دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل کود کی اجازت نہیں دیتے، جس کسی محفل میں خود جاتے ہیں اپنے بچے کو بھی ساتھ لے جاتے ہیں کیوں؟ تاکہ اس کی تربیت ہو، اسے ہنسنے سے منع کرتے ہیں ، اسے گانے سے منع کرتے ہیں ایسے افراد بھی پیدا ہوئے ہیں (ہم نے خود دیکھا ہے) کیونکہ وہ خود عمامہ پہنتے ہیں ، ایک عبا ایک عمامہ اور خاص چپل بنواتے ہیں ، پھر اپنے آٹھ سالہ بچے کے سر پر عمامہ رکھتے ہیں ، اس کے شانوں پر عبا ڈالتے ہیں اور اسے اپنے ہمراہ لیے ادھر ادھر پھرتے ہیں

یہ بچہ اس حال میں بڑا ہوتا ہے کہ اس کے وجود میں پائی جانے والی احتیاجات کی تسکین نہیں ہوئی ہوتی، اس کے سامنے بس خدا، قیامت، آتش جہنم کا تذکرہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ بیس برس سے زیادہ عمر کو پہنچنے پر اس میں اکھٹی ہونے والی وہ قوتیں، وہ شہوتیں اور وہ تمایلات جن کی تسکین نہیں ہوئی ہوتی یہ تمام زنجیر توڑ ڈالتی ہیں

وہ بچہ جسے آپ دیکھا کرتے تھے کہ اپنے باپ کی تلقین کے زیر اثر بارہ سال کی عمر میں جس کی نماز بیس منٹ طویل ہوا کرتی تھی، جو نمازِ شب پڑھا کرتا تھا، دعائیں پڑھا کرتا تھا، پچیس سال کی عمر میں یکایک آپ کو سر سے پیر تک فسق و فجور میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے

کیوں؟

اسلئے کہ آپ نے اعلیٰ روحانی مقامات کے بہانے اس کی تمام غرائز کو کچل دیا تھا البتہ بچے کی فطرت میں خدا تھا، قیامت اور عبادت تھی لیکن آپ نے خدا اور عبادت کے اس فطری جذبے کو اس انداز سے اس کے اندر مضبوط کیا کہ اس کے سارے غرائز (کی تسکین) کا راستہ روک دیا، اس کے سارے غرائز کو قید کردیا، انہیں غیض وغضب کا نشانہ بنایا، انہیں ناراض کردیا، انہیں جیل میں ڈال دیا، ان کا حق اور حصہ انہیں نہیں دیا (اب وہ غرائز) ایک موقع کی تلاش میں تھے، جوں ہی انہیں ایک موقع ملتا ہے، جوں ہی وہ کہیں ایک فلم دیکھتا ہے یا کسی محفل میں ایک جوان لڑکی سے راہ و رسم پیدا کرتا ہے، اسی وقت یہ قید شدہ اور کچلی ہوئی قوتیں یک بیک سارے بندھن توڑ ڈالتی ہیں اور اس عمارت کو جسے آپ نے غلط انداز میں اس کے وجود میں تعمیر کیا تھا مسمار کر ڈالتی ہیں، بالکل اسی طرح جیسے بارود پھٹتا ہے، پھٹ پڑتی ہیں

توبہ کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے ایسا انسان جو گناہ اور نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے، نفسانی خواہشات اور حیوانیت میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے، جب وہ اپنے وجود کے فرشتے کو اس قدر اذیت دیتا ہے اور اس کی خواہشات کی تسکین نہیں ہونے دیتا، تو اچانک ایک دھماکہ ہوتا ہے

آخر میں اور آپ بھی تو انسان ہیں، ہمارا ایک دہان نہیں ہوتا اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کا صرف ایک دہان ہے اور آپ کو فقط اسی سے غذا فراہم کی جائے، تو آپ غلط فہمی میں مبتلا ہیں آپ کے سینکڑوں دہان ہیں آپ کے لاتعداد سر ہیں، لاتعداد دہان ہیں، ان سب سے آپ کو غذا پہنچنی چاہئے

ان لاتعداد دہان میں سے آپ کاایک دہان عبادت کادہان ہےآپ ے لئے ضروری ہے کہ عبادت ے ذریعے اپنی روح کی تسکین کریںیعنی آپ کو اسے اس کایہ حق اور یہ حق دیںاچاہئےآپ ملوتی صفات کا حامل ایک وجود ہیں آپ کو اس عالم کی طرف محوپرواز ہوناچاہئےاگر آپ اس فرشتے کوقید کردیں، توکیا آپ جانتے ہیں کہ اس ے بعد کیابیماریاں اور کتنی زیادہ مشکلات جنم لیں گی؟

بسا اوقات آپ دیکھتے ہیں کہ ایک خوشحال گھرانے سے تعلق رکھنے والا جوان، ایک ایسا جوان جسے تمام وسائل اورآسائشیں فراہم ہیں ، وہ ایک انتہائی معمولی بات پر خودکشی کرلیتا ہےلوگ کہتے ہیں نہ معلوم اس نے کیوں خودکشی کرلی؟ یا یہ کہتے ہیں کہ ارے یہ تو بہت چھوٹی سی بات تھی! کیوں خودکشی کرلی؟

دراصل وہ لوگ اس بات سے واقف نہیں تھا کہ اس ے وجود میں کچھ مقدس قوتیں قید تھیں وہ مقدس قوتیں اس کی زندگی ے اس انداز سے آزردہ تھیں، ان کی برداشت ختم ہوچکی تھی جس ے نتیجے میں اس طرح کا ایک طوفان اٹھا

کبھی کبھی آپ دیکھتے ہیں کہ ایک انسان سب کچھ ہونے ے باوجود مضطرب اورپریشان ہے۔قول شاعر :

آن یکی در کنج زندان مست و شاد

و ان دیگور در باغ ترش و بی مراد

وہ جیل کی کوٹھڑی میں بھی خوش و خرم ہے اور دوسرا باغ ے اندر رہتے ہوئے بھی غمگین و نامراد ہے

آپ دیکھتے ہیں کہ وہ ایک پر آسائش ماحول میں رہتا ہے، زندگی کی تمام سہولتیں اسے میسر ہیں اس ے باوجود وہ پریشان ہے، ناخوش اور زندگی سے ناراض ہے

راہ لذت از درون دان نز برون

احمقی دان جستن از قصر و حصون

لذت کا راستہ اندر سے ہے نہ کہ باہر سےاس کو محل اور قلعہ میں تلاش کرنا حماقت ہے

اسلئے کہ کچھ لذتیں ایسی بھی ہیں جوخود انسان کے اندر سے اسے پہنچنا چاہئیں نہ کہ باہر سےاوریہ لذتیں انسان کی معنوی لذتیں ہیں

چنانچہ ''توبہ'' انسانی روح کے عالی اور مقدس مقام کا اس کے حیوانی اور پست مقامات کے خلاف ظاہر ہونے والا رد عمل ہے

''توبہ''یعنی انسان کی فرشتہ صفت مقدس قوتوں کااس کی شیطانی اور درندہ صفات قوتوں کے خلاف قیام وانقلاب ہے توبہ کی حقیقت

رجوع کرنے، ندامت اور پشیمانی کی یہ حالت انسان میں کیسے پیدا ہوجاتی ہے؟

توبہ کی کیفیت کیسے پیدا ہوتی ہے

پہلی بات یہ جان لیجئے کہ اگر انسان کے وجود میں کوئی ایسا عمل ہو جس کے نتیجے میں اس کے وجود میں پائے جانے والے نیک عناصر مکمل طور پر ناکارہ ہوجائیں وہ ایک ایسی مضبوط زنجیر سے باندھ دیئے جائیں جس سے وہ آزاد نہ ہوسکیں، تو پھر انسان کو توبہ کی توفیق حاصل نہیں ہوتی لیکن جس طرح ایک ملک میں انقلاب اور تبدیلی اس وقت رونما ہوتی ہے جب وہاں اس ملک کی عوام کے درمیان پاکیزہ لوگوں کا ایک گروہ موجود ہوتا ہے، چاہے وہ گروہ بہت چھوٹا ہی کیوں نہ ہواسی طرح اگر انسانی وجود میں بھی کچھ مقدس اور پاک عناصر باقی بچے ہوں، تو انسان کو توبہ کی توفیق حاصل ہوجاتی ہے بصورت دیگر اسے ہرگز توبہ کی توفیق نہیں ہوگی

اب کن حالات میں انسان رجوع کرتا ہے، پشیمان ہوتا ہے اور اگر خدا پرست ہو تو خدا کی جانب پلٹتا ہے اور اگر خدا پرست نہ ہو تو اس میں ایک دوسری حالت پیدا ہوتی ہے، کبھی پاگل پن اور دیوانگی کا شکار ہوجاتا ہے، اور کبھی دوسری صورتحال پیش آتی ہے

نے کہا کہ ”توبہ“ ایک رد عمل ہے آپ ایک گیند ہاتھ میں لیجئے اور اسے زمین پر ماریئے گیند زمین سے اچھلے گی آپ کا گیند کو پھینکنا یعنی آپ کا اپنے ہاتھ کی قوت سے گیند کو زمین پر مارنا، آپ کا عمل ہے اور گیند کا زمین سے اچھلنا رد عمل ہے یہ رد عمل گیند کے زمین سے ٹکرانے سے پیدا ہوتا ہے پس وہ عمل ہے اور یہ رد عمل، وہ فعل ہے اور یہ آج کل کی عربی اصطلاح میں رد الفعل ہے، وہ ایکشن ہے اور یہ ری ایکشن

جب آپ گیند کو زمین پر مارتے ہیں تو وہ کتنی بلند ہوتی ہے؟ اس کا تعلق ایک طرف اُس طاقت سے ہے جو اسے زمین پر مارنے میں استعمال ہوتی ہے، یعنی اُس قوت سے ہے جس سے آپ نے اُسے زمین پر مارا ہے اور دوسری طرف یہ سطحِ زمین کی کیفیت سے وابستہ ہے جس قدر زمین سخت اور ہموار ہوگی، جس قدر وہ پختہ ہو گی، اُس کا ردِ عمل زیادہ ہوگا (یعنی اتنا ہی گیند زیادہ بلند ہوگی) پس ردِ عمل کا تعلق ایک طرف آپ کے عمل کی شدت سے ہے اور دوسری طرف اس سطح کی سختی اور ہمواری سے ہے جس سے گیند جا کر ٹکراتی ہے

گناہوں کے مقابل انسانی روح کا ردِ عمل بھی دو چیزوں سے وابستہ ہوتا ہے ایک طرف اس کا تعلق زشتِ عمل سے ہے یعنی گناہ اور نافرمانی کی شدت سے، اس ضرب کی شدت سے ہے جو آپ کی روح کے پست مقامات روح کے اعلیٰ مقامات پر لگاتے ہیں

انسان کا گناہ جتنا کمتر اور جتنا چھوٹا ہوگا، وہ روح میں بھی اتنا ہی کم ردِ عمل پیدا کرے گا، اور جس قدر معصیت بڑی ہوگی، ردِ عمل بھی اتنا ہی زیادہ ایجاد کرے گی لہذا وہ لوگ جو بہت زیادہ شقی القلب اور سنگدل ہوتے ہیں، اپنی شقاوت اور سقوطِ قلبی کے باوجود اگر ان کا گناہ بہت بڑا ہو، تو ان کو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی روح ردِ عمل ظاہر کرتی ہے آپ دیکھتے ہیں کہ وہ امریکی پائلٹ جس نے وہ (ایٹم) بم لے جا کر ہیروشیما پر پھینکا تھا، جب وہ واپس آنے کے بعد اپنے عمل کے اثر پر ایک نظر اٹھاتا ہے، تو دیکھتا ہے کہ اس نے ایک شہر نذرِ آتش کر دیا ہے، بوڑھے جوان، مرد عورت، چھوٹے بڑے سب ایک دہکتے ہوئے جہنم میں جل رہے ہیں اسی وقت اس کے ضمیر میں ہلچل مچ جاتی ہے، وہ اسے ملامت کرتا ہے حالانکہ ایسے لوگوں کو سنگدل ترین افراد میں سے منتخب کیا جاتا ہے

جب وہ (ہوا باز) اپنے ملک لوٹتا ہے تو اس کا استقبال کیا جاتا ہے، اس کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے جاتے ہیں، اسے اعلیٰ عہدے پر ترقی دی جاتی ہے، اس کی تنخواہ میں اضافہ کیا جاتا ہے، اخبارات میں اس کی تصویر چھپتی ہے، اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے لیکن وہ ایسے عظیم جرم کا مرتکب ہوا تھا، اس کا گناہ اس قدر بڑا تھا کہ اس نے ایسے قسی القلب انسان کے ضمیر کو بھی بیدار کر دیا یعنی اس کی روح پر لگنے والی ضرب اتنی شدید تھی کہ ایسے سنگدل انسان کی روح بھی اس عمل کو برداشت نہ کر سکی یہ شخص بھی جب پارٹیوں میں جاتا تو ہنستا مسکراتا، لوگوں کو بتاتا کہ اس نے یہ کیا وہ کیا، لیکن جب وہ تنہا ہوتا، جب بستر میں سونے کے لئے لیٹتا، تو یکدم وہ منظر اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتا، (وہ سوچتا کہ) ہائے! یہ میں تھا جس نے اتنا بڑا جرم کیا! وائے ہو مجھ پر! میں کیسے عظیم جرم کا مرتکب ہوا ہوں! نتیجتاً وہ شخص پاگل ہو جاتا ہے، اس کا انجام یہ کہ اسے پاگل خانے بھیجا جاتا ہے

ایسا کیوں ہوتا ہے؟

اس لئے ہوتا ہے کہ اس کا جرم بہت بڑا تھا

معاویہ کی فوج کا ایک سردار بسر بن ارطاة انتہائی سنگدل اور عجیب انسان تھا معاویہ نے حضرت علیؑ کو پریشان اور بے بس کرنے کے لئے چند پالیسیاں اختیار کیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ وہ "بسر بن ارطاة" یا "سفیان غامدی" جیسے ایک خبیث فرد کی سربراہی میں کچھ فوجیوں کو حضرت علیؑ کی حکومت کی حدود کے اندر بھیجتے اور ان سے کہتے کہ اب گناہگار اور بے گناہ کو نہ دیکھو (اسی طرح جیسے آج اسرائیل اسلامی ممالک کے ساتھ کر رہا ہے) جاؤ انہیں تباہ و برباد کرنے کے لئے ان پر شبخون مارو، آتش زنی کرو، بے خطا اور خطا کار میں تمیز کئے بغیر جو سامنے آئے اسے تہ تیغ کردو، چھوٹے بڑے کسی پر رحم نہ کرو، ان کا مال و دولت لوٹ لو اور معاویہ کی فوج ایسا ہی کرتے ایک مرتبہ انہوں نے اسی بسر بن ارطاة کو بھیجا وہ گیا ادھر ادھر سے ہوتا ہوا یمن پہنچا،

وہاں اس نے بہت مظالم ڈھائے ان ہی میں سے اس کا ایک یہ بھی تھا کہ اس نے یمن میں امیر المومنین حضرت علیؑ کے گورنر اور آپ کے چچازاد بھائی عبید اللہ ابن عباس بن عبدالمطلب کے بیٹوں کو پکڑ لیا اور ان دو چھوٹے بچوں کی گردنیں اڑادیں کیونکہ یہ بہت بڑا تھا، لہٰذا آہستہ آہستہ اس سنگدل آدمی کا ضمیر بھی بیدار ہونے لگا اور پھر وہ ضمیر کے عذاب میں مبتلا ہوگیا وہ جب بھی سوتا اسے خواب میں اپنا وہ نظر آتا جب راہ چلتا تو اس کی نظروں کے سامنے یہ دو بچے اور اس کے دوسرے مظالم آکھڑے ہوتے رفتہ رفتہ وہ دیوانہ ہوگیا وہ لکڑی کے گھوڑے پر سوار ہوجاتا، لکڑی ہی کی ایک تلوار ہاتھ میں لیتا اور گلی کوچوں میں دوڑتا پھرتا اور کوڑے مارتا بچے اس کے گرد جمع ہوجاتے اور اس کا مذاق اڑاتے

ہم نے عرض کیا کہ انسانی روح کی جانب سے رد عمل کے اظہار کا دوسرا عامل یہ ہے کہ جس پر ضرب لگ رہی ہو وہ ہموار ہو، مضبوط اور مستحکم ہو یعنی اس انسان کا ضمیر، اس کی فطرت اور اس کا ایمان قوی ہو اس صورت میں معمولی ضرب سے بھی رد عمل نسبتاً زیادہ ہوگا لہٰذا آپ دیکھتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی خطائیں، گناہ صغیرہ، حتیٰ وہ اعمال جو مکروہ ہیں اور جنہیں گناہ نہیں سمجھا جاتا ایسے باایمان افراد (ایسے افراد جو مضبوط روح کے مالک ہوتے ہیں، جن کا معنوی فرشتہ، جن کا ایمان، جن کا معنوی ضمیر مستحکم ہوتا ہے) کے نزدیک قابل مذمت ہوتے ہیں اور یہ اعمال ان میں رد عمل پیدا کرتے ہیں ایسے اعمال جن کے ہم روزانہ سیکڑوں مرتبہ مرتکب ہوتے ہیں اور جنہیں انجام دینے کے بعد ہمارے اندر یہ معمولی سا احساس بھی جنم نہیں لیتا کہ ہم نے کچھ کیا ہے (جبکہ) پاک سرشت انسان جوں ہی کوئی مکروہ عمل بھی انجام دیتے ہیں تو ان کی روح مضطرب ہوجاتی ہے اور وہ مسلسل اور بار بار توبہ واستغفار کرتے ہیں

روحانیت ے اعتبار سے ایک انتہائی عظیم ہستی، میرے استاد جن کا میں نے گزشتہ برس ماہِ رمضان میں بھی ذکر کیا تھا وہ مرحوم حاج میرزا علی آقائی شیرازی اصفہانی رضوان اللہ علیہ ہیں آنجناب ان روحانی شخصیات میں سے ایک عظیم ترین شخصیت ہیں جنہیں میں نے اپنی زندگی میں دیکھا ہے ایک رات وہ قم میں ہمارے مہمان تھے اور ہم بھی ان ے ساتھ قم ے ایک عالم سے یہاں دعوت میں مدعو تھے بعض ادبی ذوق رکھنے والے افراد اور شعرا بھی وہاں موجود تھا اُس رات مجھے معلوم ہوا کہ آنجناب شعر وادب سے اس قدر شغف رکھتے ہیں اور عربی و فارسی ے اس قدر بہترین اشعار انہیں یاد ہیں دوسرے لوگ بھی شعر سنا رہے تھے لیکن انتہائی عام سے اشعار، سعدی اور حافظ وغیرہ ے اشعار آنجناب بھی شعر پڑھ رہے تھے اور بتاتے جاتے تھے کہ فلاں شعر فلاں سے بہتر ہے، فلاں مضمون کو فلاں نے بہتر انداز میں بیان کیا ہے، اس نے اس طرح کہا ہے اور اس نے اُس طرح

شعر پڑھنا اور وہ بھی اس طرح ے شعر پڑھنا گناہ نہیں ہے البتہ رات ے وقت شعر پڑھنا مکروہ ہے خدا جانتا ہے، جب ہم باہر نکلے تو وہ (ہمارے استاد) شدت ے ساتھ لرز رہے تھے کہتے تھے کہ میں بہت ارادہ کرتا ہوں کہ رات کو شعر نہ پڑھوں لیکن آخر کار اپنے آپ کو نہیں روک پاتا مسلسل اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّي وَاَتُوبُ اِلَيْهِ اُن کی زبان پر جاری تھا ایک ایسے انسان کی مانند جو انتہائی عظیم گناہ کر بیٹھا ہو معاذ اللہ اگر ہم نے شراب پی ہوتی، تب بھی اس قدر مضطرب نہیں ہوتے جس قدر وہ ایک مکروہ عمل پر اظہارِ اضطراب کر رہے تھے

ایسے افراد کیونکہ خدا ے محبوب بندے ہوتے ہیں اس لئے خدا کی طرف سے انہیں ایک قسم کی سزا دی جاتی ہے، جبکہ ہم اور آپ اس قسم کی سزاؤں کی اہلیت اور لیاقت نہیں رکھتے آنجناب روزانہ ہمیں طلوع ہونے سے پہلے از دو گھنٹے پہلے بیدار ہوجاتے تھے،

میں نے شب بیداری کا مفہوم انہی سے سیکھا ہے میں نے ''شب روان خدا روز جہان افروزات'' (اللہ والوں کی رات روشن دن کی طرح ہوتی ہے) کے معنی انہی سے سیکھے ہیں، عبادت اور خداشناسی کا سبق انہی سے حاصل کیا ہے، استغفار کا مفہوم انہی سے سیکھا ہے، حال اور خدا میں مجذوب ہونا انہی سے سمجھا ہے

اس رات جب وہ بیدار ہوئے تو صبح کی اذان ہو رہی تھی، خدا نے انہیں سزا دے دی تھی بیدار ہوتے ہی انہوں نے ہمیں جگایا اور کہا کہ یہ گزشتہ رات کی شعر خوانی کا اثر تھا!!

ایک ایسی روح جس کا ایمان اس قدر مستحکم ہو، جب اس پر معمولی سی بھی ضرب پڑتی ہے یعنی جب اس کے پست مقامات کی جانب سے اس کے عالی مقامات پر اس قسم کا چھوٹا سا حملہ بھی ہوتا ہے، تو یہ عالی مقامات اس (حملے) پر فوراً ردِ عمل کا اظہار کرتے ہیں، اپنی ناراضگی ظاہر کرتے ہیں، حتیٰ سزا بھی دیتے ہیں کہ دیکھو! ہم تمہیں بخشیں گے نہیں، یوں ہی چھوڑ نہیں دیں گے!

ایک ایسا انسان جو رات کو شعر خوانی کرے، اپنے دو گھنٹے شعر پڑھنے میں گزارے، وہ دو گھنٹے خداوند متعال کے ساتھ مناجات کے لائق نہیں رہتا

آپ کی خدمت میں ایک اور مثال عرض کرتا ہوں: اگر آپ ایک نہایت صاف وشفاف آئینہ لے کر، اسے صاف کرنے کے بعد ایک ایسی صاف فضا میں میز پر رکھ دیں جس میں خود آپ بھی بخوشی سانس لینا پسند کرتے ہوں، کچھ دیر بعد آپ دیکھیں گے کہ اس آئینے پر گرد جمی ہوئی ہے یہ گرد آپ کو پہلے محسوس نہیں ہورہی تھی، میز پر بھی یہ آپ کو دکھائی نہیں دے رہی تھی اور دیوار پر بھی اس کا احساس نہیں ہو رہا تھا

جتنی دیوار زیادہ گندی ہوگی، اُس پر گندگی اور سیاہی سے اثرت اور داغ دھبے اتنے ہی زیادہ دکھائی دیں گے یہاں تک کہ اگر وہ سیاہ اور زنگ آلود ہو تو اس پر لگنے والا چراغ کا سیاہ دھواں بھی نظر نہ آئے گا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مجلس میں پچیس مرتبہ استغفار کرتے تھے کہا کرتے تھے کہ: اِنَّهُ لَيُغانُ عَلىٰ قَلْبِيْ وَ اِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةٍ (سفینۃ البحار ج ۲ ص ۳۲۲)

یہ سب کیا ہے؟ ہم کہتے کیا ہیں اور سمجھتے کیا ہیں ؟

فرماتے تھے: میں اپنے دل پر کدورت کے آثار محسوس کرتا ہوں اور اس کدورت کو دور کرنے کے لئے روزانہ ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں

یہ کدورتیں کیا ہیں ؟ یہ کدورتیں ہمارے لئے آئینہ ہیں ، ہمارے لئے نورانیت ہیں ، لیکن اُن کے لئے کدورت ہیں جب وہ ہمارے ساتھ بات کرتے ہیں ، اچھے اُن کی بات خدا کے لئے ہو، چاہے وہ ہمارے آئینہ وجود میں خدا کو دیکھ رہے ہوں، پھر بھی اُن کی نظر میں یہ کدورت ہے

''اِم سلمہ'' اور دوسروں نے کہا ہے کہ آنحضرت کی وفات سے ایک دو ماہ پہلے ہم دیکھا کرتے تھے کہ آپ جب بھی اٹھتے یا بیٹھتے یا کوئی بھی کام کرتے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّي وَاَتُوبُ اِلَيْه ضرور کہتے یہ ایک بالکل نیا ذکر تھا

اِم سلمہ کہتی ہیں ، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان دنوں آپ اس قدر زیادہ استغفار کیوں کررہے ہیں ؟ فرمایا: مجھے یہی حکم دیا گیا ہے نُعِيَتْ اِلىٰ نَفْسِي ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ آخری سورہ جو آنحضرتؐ کے وجودِ اقدس پر نازل ہوا، وہ سورہ نصر ہے جب یہ سورہ نازل ہوا تو پیغمبر اکرم کو احساس ہوگیا کہ یہ اُن کی موت کی اطلاع ہے یعنی اب آپ کا وقت پورا ہوچکا ہے، اب تمہیں یہاں سے کوچ کرنا ہے سورہ مبارک نصر یہ ہے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَ الْفَتْحُ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللهِ اَفْوَاجً فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَ اسْتَغْفِرْہُ اِنَّہُ کَانَ تَوَّابًا

یہ قرآن کس قدر لذت بخش ہے! کس قدر خوبصورت ہے! انسان اسے اپنی زبان پر جاری کرے لطف اندوز ہوتا ہے، خوشی محسوس کرتا ہے

ارشادِ الٰہی ہے: اے پیغمبر! جب پروردگار کی مدد آجائے، جب پروردگار کی مدد آکر آپ کو آپ کے مخالفین پر فتح عطا کردے، جب آپ کو شہر کی فتح یعنی فتحِ مکہ نصیب ہوجائے، اور جب آپ دیکھ لیں کہ لوگ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہو رہے ہیں، تو اس کے بعد فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ آپ اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد کیجئے اور استغفار کیجئے کہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے

کیا تعلق ہے اُس ابتدا اور اِس انتہا کے درمیان؟

فتح و کامیابی اور لوگوں کے گروہ در گروہ دین اسلام میں داخل ہونے کے بعد آنحضرت کیوں تسبیح کریں؟

مراد یہ ہے کہ اب آپ کی ذمے داری ختم ہوئی

یہ پیغمبر اسلامؐ پر نازل ہونے والا آخری سورہ ہے، حتیٰ یہ حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہونے والی آیات اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (سورہ مائدہ۵ آیت۳) اور یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (سورہ مائدہ۵ آیت۶۷) کے بھی بعد نازل ہوا ہے

اب آپ اپنی ذمے داری ادا کرچکے ہیں، پس (اپنے پروردگار کی) تسبیح کیجئے پیغمبر اسلام نے محسوس کر لیا کہ مراد یہ ہے کہ اب میرا کام ختم ہو گیا ہے، پس اب اپنی فکر کرو اسی لئے آپ ہر وقت تسبیح و استغفار میں مشغول رہا کرتے تھے

لیکن ہم بدبختوں کا دل اُس دیوار کی مانند ہے جسے دیمک زدہ دیوار کی مانند ہے افسوس ایک کے بعد ایک گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں ، ایک نافرمانی سے بعد دوسری نافرمانی کرتے ہیں ، لیکن ہماری روح میں کسی قسم کا ردِ عمل پیدا نہیں ہوتا، مجھے نہیں معلوم ہماری روح سے وہ فرشتے کہاں اور کس قدر قید ہو چکے ہیں ، ان کے ہاتھ پاؤں کن زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں ، کہ ہمارے دل میں ہلچل نہیں مچتی، ہمارا دل نہیں لرزتا

عبودیت کی پہلی منزل توبہ ہے اگر آپ کو اپنی روح میں کوئی ہلچل نظر آتی ہے، اگر کوئی ندامت دکھائی دیتی ہے، اگر احساسِ پشیمانی دکھائی دیتا ہے، اگر اپنا ماضی سیاہ محسوس ہوتا ہے، اگر یہ محسوس کرتے ہیں کہ جس راستے پر آپ آج تک چلتے رہے ہیں ، وہ غلط تھا، زوال کی جانب تھا، جو آپ کو پستی کی طرف لے جا رہا تھا اور اب آپ نے فیصلہ کیا ہے کہ اس سے باہر نکلنا ہے، اوپر کی جانب جانا ہے، خدا کی طرف آنا ہے، تو آپ عبودیت، عبادت اور سلوک کی پہلی منزل پر پہنچ چکے ہیں اور یہاں سے آغاز کر سکتے ہیں ، اور اگر ایسا نہیں ، توپھر یہ ممکن نہیں

عمل کے بغیر آخرت بخیر نہیں ہوگی

ایک شخص مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے امیر المومنین! مجھے نصیحت فرمایئے حضرتؑ نے اُسے کئی نصیحتیں کیں ان نصائح سے پہلے دو جملے آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں ہمارے لئے فی الحال یہی دو جملے کافی ہیں فرمایا: لَا تَكُنْ مِمَّنْ يَرْجُواالْآخِرَةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ وَ يُرَجِّى التَّوْبَةَ بِطولِ الْاَمَلِيَقُوْلُ فِى الدُّنْيَا بِقَوْلِ الزَّاهِدِيْنَ وَ يَعْمَلُ فِيْهَا بِعَمَلِ الرَّاغِبِيْنَ (۱)

فرمایا: تمہیں میری نصیحت یہ ہے کہ، تم اُن لوگوں میں سے نہ ہو جو آخرت کی امید رکھتے ہیں لیکن چاہتے ہیں کہ بغیر عمل کے آخرت حاصل کر لیں جیسے اب لوگوں کی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ علی ابن ابی طالبؑ کی محبت کافی ہے، جبکہ ہماری محبت بھی سچی محبت نہیں ہے، اگر ہماری محبت سچی ہوتی تو اس کے ساتھ ساتھ عمل بھی ہوتا ہم کہتے ہیں کہ (علیؑ سے) یہی ظاہری تعلق کافی ہے! ہم سمجھتے ہیں کہ علیؑ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں (محبت کرنے والوں کی) ضرورت ہے، اور اگر کچھ لوگ ان سے جھوٹ موٹ کا تعلق رکھیں تو یہ بھی کافی ہے، ہمیں ریاضت کی ضرورت ہے، وہ ایسے ہیں جن کے لئے لشکر کی ضرورت ہے، وہ ان کے لئے یہی لشکری کافی ہیں

۱- تمہیں اُن لوگوں میں سے نہیں ہونا چاہئے جو عمل کے بغیر حسنِ انجام کی امید رکھتے ہیں اور امید بڑھا کر توبہ میں تاخیر کرتے ہیں جو دنیا میں زاہدوں کی سی باتیں کرتے ہیں مگر اُن کے اعمال دنیا طلب لوگوں جیسے ہوتے ہیں (نہج البلاغہ کلماتِ قصار ۱۵۰)

ہم سمجھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام پر ایک جھوٹ موٹ کا گریہ کافی ہے، لیکن امیرالمومنین نے فرمایا ہے: یہ جھوٹ ہے اگر علی ابن ابی طالبؑ کی محبت تمہیں عمل کی طرف مائل کرے، تو جان لو کہ تمہاری محبت سچی ہے، اگر حسین ابن علیؑ پر گریہ تمہیں عمل کی طرف یجائے، تو جان لو کہ تم نے حسین ابن علیؑ پر گریہ کیا ہے اور تمہارا گریہ سچا ہے، ورنہ یہ شیطان کا فریب ہے

دوسرے جملے میں آپؑ نے فرمایا: وَ يُرَجِّی التَّوْبَةَ بِطولِ الْاَمَلِ اے شخص! ان لوگوں میں سے نہ ہوجانا جو اپنے اندر توبہ کی ضرورت تو محسوس کرتے ہیں لیکن یہ کہہ کر توبہ نہیں کرتے کہ ابھی دیر نہیں ہوئی، بہت وقت پڑا ہے

بھائیو! اگر حضرت علیؑ تشریف لائیں اور ہم اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں کہ آقا ہمیں نصیحت فرمائیے اور وہ وہی جملہ ہم سے کہیں کہ: لاَ تَكُنْ مِمَّنْ يَرْجُواالْآخِرَةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ وَ يُرَجِّی التَّوْبَةَ بِطولِ الْاَمَلِ، تو ہم کب تک یہی کہتے رہیں گے کہ ابھی دیر نہیں ہوئی ہے، ابھی وقت پڑا ہے؟ ابھی تو ہم جوان ہیں کہیں گے کہ: حضور! ابھی تو میں بیس سالہ جوان ہوں، ابھی میرے لئے توبہ کرنے کا وقت کہاں آیا ہے؟

جوانی، توبہ کا بہترین وقت

عجیب بات یہ ہے کہ بعض بوڑھے اور عمر رسیدہ افراد جب کسی جوان کو دیکھتے ہیں کہ وہ عبادت کی طرف مائل ہے اور اپنے گناہ کی طرف متوجہ ہے، اور توبہ اور ندامت کی حالت میں ہے، تو اُس سے کہتے ہیں : ارے بیٹا! تو ابھی جوان ہے، ابھی تمہارے لئے ان باتوں کا وقت نہیں ہے

اتفاقاً جوانی ہی اس کا بہترین وقت ہے، ایک شاخ جب تک تازہ ہوتی ہے، اُس میں سیدھا ہونے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے اور جوں جوں وہ بڑی اور خشک ہوتی چلی جاتی ہے، اُس کی یہ صلاحیت ختم ہونے لگتی ہے علاوہ ازیں کس نے اس جوان کو اس کی زندگی، ادھیڑ عمری اور اُس کے بعد بڑھاپے تک پہنچنے کی گارنٹی دی ہے؟

جب تک جوان ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ جوان ہیں، جب ادھیڑ عمر کو پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ابھی بہت وقت پڑا ہے توبہ تو بڑھاپے میں کی جاتی ہے، جب بوڑھے ہوجائیں گے، کسی کام کے نہ رہیں گے اور تمام طاقتیں ہم سے چھن جائیں گی، تو اُس وقت توبہ کرلیں گے

ہم نہیں جانتے کہ یہ ہماری غلط فہمی ہے اتفاقاً اُس وقت بھی ہم توبہ نہیں کرتے اُس وقت ہمارے پاس توبہ کا حوصلہ ہی نہیں ہوگا گناہوں کے بوجھ سے ہماری کمر اس طرح خم ہوجائے گی کہ پھر ہمارا دل توبہ کرنے پر تیار ہی نہیں ہوگا ایک بوڑھے سے زیادہ ایک جوان کا دل توبہ کے لئے تیار ہوتا ہے مولانا روم نے کیا خوب کہا ہے:

خار بن در قوت و برخاستن

خارکن در سستی و در کاستن

وہ ایک مثال پیش کرتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے سرِ راہ ایک خاردار جھاڑی لگا دی۔ جھاڑی بڑی ہونے لگی تو لوگوں نے اُس سے کہا کہ جناب اس جھاڑی کو اکھاڑ دیجئے۔ اُس نے کہا: ابھی جلدی کیا ہے، معمولی سی جھاڑی ہے آسانی سے اکھڑ جائے گی (کچھ دن بعد) لوگوں نے دوبارہ اُس سے درخواست کی۔ اُس نے جواب دیا: کیا جلدی ہے، ابھی کاٹ پھینکیں گے، آئندہ سال کاٹ دیں گے۔ اگلے سال وہ جھاڑی بڑھ کر تنومند ہوگئی اور جھاڑی بونے والا؟ وہ مزید بوڑھا ہوگیا۔ لوگوں نے کہا: آؤ اسے کاٹ ڈالیں۔ کہنے لگا: ابھی جلدی کیا ہے؟ بعد میں کاٹ ڈالیں گے

خاردار جھاڑی ہر سال بڑھتی رہی، جڑیں پھیلاتی رہی، اس کا تنا موٹا ہوتا چلا گیا، اس کے کانٹے تیز تر ہوتے گئے اور راس کا خطرہ بڑھتا گیا جبکہ اسے کاشت کرنے والا شخص بوڑھا ہوتا گیا اور اس کی طاقت کمزور پڑتی رہی:

خاربن در قوت و برخاستن

خارکن در سستی و در کاستن

مولانا روم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تمہارے وجود میں بری عادات اور ناپسندیدہ اخلاق اُس خاردار جھاڑی کی مانند نشو و نما پاتے رہتے ہیں، اُن کی جڑیں گہری ہوتی چلی جاتی ہیں، اُن کا تنا موٹے سے موٹا، اُن کے کانٹے تیز تر اور زیادہ سے زیادہ خطرناک ہوتے چلے جاتے ہیں لیکن تم خود دن بدن بوڑھے ہوتے جاتے ہو، تمہاری قوت، تمہاری وہ مقدس قوتیں کمزور پڑتی چلی جاتی ہیں

جوانی کے دنوں میں تم ایک ایسے طاقتور انسان کی مانند ہوتے ہو جو ایک پودے کو اکھاڑنا چاہتا ہے، تو اسے فوراً اکھاڑ سکتا ہے، اس کی جڑوں کو بھی کاٹ کر دور پھینک سکتا ہے، لیکن بوڑھا ہونے کے بعد تم ایک ایسے کمزور انسان کی مانند ہوگے جو اپنے ہاتھوں سے ایک مضبوط درخت اکھاڑنا چاہے، تو خواہ وہ کتنا ہی زور لگائے درخت جڑ سے نہیں اکھاڑ سکے گا

خدا کی قسم ! ایک ایک دن، ایک ایک گھنٹہ اہمیت کا حامل ہے اگر ہم ایک رات کی بھی تاخیر کریں تو غلطی پر ہیں ! یہ نہ کہئے کہ کل رات شب تئیس رمضان ہے، لیلۃ القدر میں سے ایک رات ہے اور توبہ کے لئے بہترین شب ہے نہیں ، بلکہ آج کی رات کل کی رات سے بہتر ہے یہی لمحہ اگلے لمحے سے بہتر ہے توبہ کے بغیر عبادت قبول نہیں ہے پہلے لازم ہے کہ توبہ کریں

کہتے ہیں : ''صفائی ستھرائی کرو، پھر خرابے میں گھومو'' پہلے صفائی کرو، اس کے بعد اس پاک و پاکیزہ جگہ میں داخل ہو۔ توبہ نہیں کرتے اور روزہ رکھتے ہیں ! توبہ نہیں کرتے اور نماز پڑھتے ہیں ! توبہ نہیں کرتے اور حج کو جاتے ہیں ! توبہ نہیں کرتے اور قرآن پڑھتے ہیں ! توبہ نہیں کرتے اور ذکر کرتے ہیں ! توبہ نہیں کرتے اور ذکر کی مجلسوں میں شرکت کرتے ہیں !

خدا کی قسم ! اگر آپ ایک توبہ کریں ۔ پاک ہوجائیں اور پھر اس توبہ اور پاکیزگی کی حالت میں ایک دن اور ایک رات نماز پڑھیں، تو یہی ایک دن اور ایک رات آپ کو دس سال کے برابر آگے لے جائے گی اور مقامِ قرب الٰہی پر پہنچا دے گی قبولیت دعا کا دروازہ گم کر چکے ہیں ، اس کے راستے سے واقف نہیں ہیں

استغفار کی حقیقت

ایک شخص ۔امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور استغفار کیاوہ شخص بھی ہماری طرح یہ سمجھتا تھا کہ اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّی وَاَتُوبُ اِلَیْهِ بول دینے سے توبہ ہوجاتی ہےاور اگر اس (اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ) سے "غ" کو زیادہ گاڑھا کر کے بولیں، تو ہماری توبہ بہت اچھی ہوجائے گیحضرت علیؑ سمجھ گئے تھے کہ یہ بندہ کس قدر گمراہ ہےبہت کم ایسا ہوا ہے کہ۔ آپؑ نے اتنی شدت اختیار کی ہو اور اتنے سخت لہجے میں بات کی ہولیکن یہاں پر سخت لہجے میں بات کی اور فرمایا:

ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ، أَ تَدْرِیْ مَا الْاِسْتِغْفَارُ؟ اَلْاِسْتِغْفَارُ دَرَجَةُ الْعِلِّیِّیْنَ

"خدا تجھے موت دے! تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے! کیا تجھے معلوم ہے استغفار کیا ہے؟ استغفار بلند ترین مرتبہ انسانوں کا درجہ ہے۔" (نہج البلاغہ کلمات قصار ۴۱۷)

استغفار، توبہ کی حالت اور ایک مقدس کیفیت ہے، ایک مقدس اور پاک فضا ہے آپ توبہ کی حالت پیدا کیجئے، سچی توبہ کیجئے، اس کے بعد آپ خود کو ایک مقدس فضا میں محسوس کریں گے آپ کو احساس ہوگا کہ لطف عنایت الٰہی آپ کی روح پر سایہ فگن ہے محسوس کریں گے کہ فرشتوں کے ایک گروہ نے آپ کو گھیرا ہوا ہے آپ پاک ہو جائیں گےکیونکہ توبہ کی حالت میں انسان خودپسندی سے دور ہو جاتا ہےاپنے آپ کو ملامت کرتا ہے اور اپنے گناہوں کو نظر میں رکھتا ہے

اسلام میں کہتے ہیں کہ اگر توبہ کرنا چاہتے ہو، تو کسی پادری کے پاس جانے کی، کسی مولوی کے پاس جاکر اسے اپنے گناہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے خدا کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرو، اسے اپنے گناہ بتاؤ کیوں کسی انسان کے سامنے اپنے گناہ کا اقرار و اعتراف کرتے ہو؟ اپنے غفار الذنوب (گناہوں کو معاف کرنے والے) خدا کے سامنے اقرار کرو

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِط اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا

کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا کہ اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے (سورہ زمر ۳۹ آیت ۵۳)

یہ خدا کی آواز ہے: اے میرے زیادتی کرنے والے بندو! اے میرے گناہ گار بندو! اے میرے معصیت کار بندو! اے میرے وہ بندو جنہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے! میری رحمت سے نا امید نہ ہونا آؤ میرے پاس آؤ میں مان لوں گا، قبول کرلوں گا توبہ کی فضا میں داخل ہوجاؤ

اس حدیث قدسی میں کتنے اعلیٰ انداز سے توبہ کی توصیف کی گئی ہے: اَنِینُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ تَسْبِیْحِ الْمُسَبِّحِیْنَ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ، اس رحمت مطلق و کامل نے فرمایا ہے کہ گناہ گاروں کی نالہ و زاری، مجھے تسبیح کرنے والوں کی تسبیح سے زیادہ پسند ہے جاؤ اور اپنے خدا کی بارگاہ میں نالہ و فریاد کرو سوچو کہ تمہارے گناہ تمہیں یاد آجائیں کسی دوسرے سے نہ کہو دوسروں کے سامنے گناہ کا اقرار خود گناہ ہے لیکن اپنے دل میں (تم خود تو جانتے ہی ہو، خود ہی اپنے قاضی اور اپنے محتسب بن جاؤ) اپنے گناہوں کو نظر میں رکھو، اس کے بعد ان گناہوں کو ذات پروردگار کے سامنے لے جاؤ، اپنی کوتاہیاں بیان کرو، گریہ کرو، زاری کرو، مغفرت طلب کرو، پاکیزگی مانگو خدا تمہیں بخش دے گا، تمہاری روح کو پاک و پاکیزہ کردے گا، تمہارے دل کو خالص کردے گا، اپنا لطف تمہارے شامل حال کردے گا

اور اس کے بعد ایک لذت، ایک ایسی حالت تمہارے اندر پیدا ہوجائے گی کہ عبادت کی مٹھاس محسوس کروگے، گناہ اور گناہوں کی لذت تمہاری نظروں میں گر جائے گی، پھر تم میں نامحرم کو شہوت انگیز نگاہ سے دیکھنے کی رغبت نہیں رہے گی، لوگوں کی ناموس کی جانب دیکھنے کی طرف مائل نہیں ہوگے، تمہارا دل غیبت کرنے، جھوٹ بولنے، لوگوں پر تہمت لگانے کو نہ چاہے گا، تم دیکھو گے کہ تمہاری پوری توجہ پاکیزہ اور اچھے کاموں کی جانب ہے

اس کے بعد حضرت علیؑ نے استغفار کے لئے چھ شرائط کا ذکر کیا، جن میں سے دو توبہ کی رکن ہیں ، دو توبہ کی قبولیت کی شرط ہیں ، اور آخری دو کمالِ توبہ کی شرائط ہیں انشاء اللہ کل رات آپ کے سامنے اس حدیث کی تشریح کریں گے

آپ دیکھتے ہیں کہ ان پاکیزہ ترین، پاک لوگوں کو اس بات سے لذت حاصل ہوتی تھی کہ اپنے خدا کے ساتھ گفتگو کریں، اپنی تقصیر، کوتاہی، اپنے گناہ (کہ ان کا گناہ ہماری نسبت ترکِ اولیٰ ہے اور ترکِ اولیٰ سے بھی ایک درجہ بلند تر ہے) کے بارے میں بات کریں حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ (نیک لوگوں کی نیکیاں صالحین کے قرب کے لئے گناہ ہیں)

دعائے ابوحمزہ ثمالی کو پڑھئے، دیکھئے کہ امام علی ابن الحسینؑ اپنے خدا کے ساتھ کس طرح گفتگو کرتے ہیں ؟ کس طرح نالہ و فریاد کرتے ہیں ؟ اَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ تَسْبِیْحِ الْمُسَبِّحِیْنَ

دعائے ابوحمزہ ثمالی علی ابن الحسینؑ کا نالہ وفریاد ہے آیئے دیکھئے اس پاک وپاکیزہ بندے کے نالہ وفغاں کا کچھ حصہ دیکھتے ہیں انہیں اس بات سے لطف اور لذت حاصل ہوتی تھی کہ اپنے خدا کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اپنی تمام تر حقارت، اپنے فقر، اپنی احتیاج ونیاز اور اپنی کوتاہیوں کا ذکر کریں آپ کہا کرتے تھے کہ بار الٰہا ! میری جانب سے کوتاہی ہی کوتاہی ہے اور تیری جانب سے لطف ورحمت مَوْلَایَ مَوْلَایَ اِذَا رَأَیْتُ ذُنُوْبِیْ فَزَعْتُ وَ اِذَا رَأَیْتُ کَرَمَکَ طَمَعْتُ (دعائے ابو حمزہ ثمالی)

علی ابن الحسین فرماتے ہیں: میرے خدا! میرے مولا! میرے آقا! جب میری نظر اپنے گناہوں پر پڑتی ہے تو مجھ پر خوف وہراس طاری ہوجاتا ہے لیکن جوں ہی میری نگاہ تیری طرف اٹھتی ہے، تیری رحمت کو دیکھتا ہوں، تو میرے دل میں امید پیدا ہوجاتی ہے میں ہمیشہ خوف اور امید کے درمیان رہتا ہوں جب میں اپنی طرف دیکھتا ہوں تو مجھ پر خوف طاری ہوجاتا ہے، اور جب تجھے دیکھتا ہوں تو مجھ پر امید غالب آجاتی ہے جی ہاں، وہ ایسے تھے

دو جملے مصائب کے بھی آپ کی خدمت میں عرض کروں گا نو محرم کو عصر کے وقت لشکر عمر سعد نے عبید اللہ ابن زیاد کے حکم سے (امام حسین پر) حملہ کردیا وہ اسی رات حسین سے جنگ کرنا چاہتے تھے امام حسین نے اپنے بھائی ابو الفضل العباس کی وساطت سے ان سے ایک شب کی مہلت طلب کی فرمایا: بھیا! ان سے کہو کہ آج کی رات ہمیں مہلت دے دیں کل جنگ کروں گا میں تسلیم ہونے والا نہیں ہوں میں جنگ کروں گا لیکن مجھے آج ایک رات کی مہلت دے دیں (غروب کا وقت تھا) پھر اسلئے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ حسین وقت گزارنا چاہتے ہیں ، یہ جملہ فرمایا: بھیا! خدا خود جانتا ہے کہ میں اس کے ساتھ مناجات کو پسند کرتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ آج کی رات اپنی زندگی کی آخری رات کے طور پر اپنے خدا سے مناجات میں بسر کروں اور اسے اپنے لئے توبہ و استغفار کی شب قرار دوں

عاشور کی وہ شب، اگر آپ جان لیں کہ وہ کیسی رات تھی! معراج تھی، اس رات خوشی، شادابی اور مسرت حکم فرما تھی اس رات انہوں نے وضو کو پاک و صاف کیا، حتیٰ اپنے بالوں کی بھی آرائش کی

ایک خیمہ تھا جس کا نام خیمہ تنظیف (صفائی کا خیمہ) تھا اس خیمے میں کوئی موجود نہ تھا اور باہر دو آدمی اپنی باری کے انتظار میں تھے ان میں سے ایک نے جو باہر بیٹھے تھے، دوسرے کے ساتھ مذاق کیا دوسرے نے اُن سے کہا: آج کی رات مذاق کرنے کی رات نہیں ہے انہوں نے کہا: بنیادی طور پر میں بھی شوخ طبیعت آدمی نہیں ہوں لیکن آج کی رات مذاق کی رات ہے

جب دشمن نے آکر ان توبہ کرنے والوں اور ان استغفار کرنے والوں کو دیکھا تو آپ جانتے ہیں انہوں نے ان کے بارے میں کیا کہا؟ امام حسینؑ کے خیمے کے قریب سے گزرنے کے بعد کہنے لگے (یہ دشمن کے الفاظ ہیں !!) : لَهُمْ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ مَا بَيْنَ رَاكِعٍ وَ سَاجِدٍ (دمع السجوم ص ۱۱۸) یوں محسوس ہوتا تھا جیسے انسان شہد کی مکھیوں کے چھتے کے قریب سے گزرا ہو شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کیسے بلند ہوتی ہے؟

امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کے ذکر، دعا، نماز و استغفار کی آواز بھی اسی طرح بلند تھی

امام حسینؑ فرماتے ہیں : میں چاہتا ہوں آج کی رات کو اپنے لئے توبہ و استغفار کی شب قرار دوں (چاہتے تھے کہ اپنی شبِ معراج قرار دیں)

کیا ہمیں توبہ کی ضرورت نہیں ہے؟

انہیں تو ضرورت ہو اور ہمیں نہ ہو؟

جی ہاں، حسین ابن علیؑ نے وہ رات اِس طرح بسر کی عبادت میں بسر کی اپنے اور اپنے اہلِ بیت کے کام انجام دیئے، اور اسی رات اپنے اصحاب کے سامنے وہ عظیم خطبہ ارشاد فرمایا!

آپ کے سامنے صحرائے کربلا کے ایک تائب کا ذکر کرنے کے بعد اپنے عرائض ختم کروں گا:

ایک قبول ہونے والی توبہ، ایک انتہائی سچی توبہ، کربلا میں حر ابن یزید ریاحی کی توبہ ہے حر، ایک بہادر اور مضبوط انسان ہے پہلی بار جب عبید اللہ ابن زیاد نے حسین ابن علیؑ سے مقابلے کے لئے ایک ہزار سواروں کو بھیجنا چاہا، تو اُن کی سربراہی کے لئے) اسی کا انتخاب کیا وہ اہل بیت پیغمبر پر پہلی دست درازی کا مرتکب ہوا

ہم نے عرض کیا تھا کہ جب بڑا گناہ سرزد ہوتا ہے تو انسان کا ضمیر، اگر چہ مردہ ضمیر بھی ہو،ورد عمل ظاہر کرتا ہے اب دیکھئے کہ روح کے پست مقامات کے مقابلے میں روح کے اعلیٰ مقامات کس انداز سے اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہیں ؟

راوی کہتا ہے کہ میں نے لشکر عمر سعد میں حرابن یزید ریاحی کو اس حال میں دیکھا کہ وہ بید کی طرح لرز رہے تھے مجھے تعجب ہوا، آگے بڑھا اور کہا: حر! میں تمہیں بہت بہادر انسان سمجھتا تھا اگر مجھ سے کوئی پوچھتا کہ کوفہ کا بہادر ترین انسان کون ہے، تو میں تمہارا نام لیے بغیر نہ رہتا تم کس طرح خوفزدہ ہو؟ تمہارے جسم پر لرزہ طاری ہے حر نے کہا: تم غلط سمجھ رہے ہو میں جنگ سے خوفزدہ نہیں ہوں(اس نے کہا ہوگا:پھر کس چیز سے ڈر رہے ہو؟) میں اپنے آپ کو جنت اور جہنم کے درمیان دیکھ رہا ہوں میرے لئے جنت یا دوزخ کے انتخاب کا مرحلہ درپیش ہے مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ کیا کروں، یہ راستہ اختیار کروں یا وہ راستہ؟

لیکن آخرکار حر نے جنت کا راستہ اختیار کیا اس نے آہستہ آہستہ اپنا گھوڑا ایک طرف کیا اس طرح سے کہ کسی کو معلوم نہ ہو سکے کہ اس کا مقصد اور ہدف کیا ہے جیسے ہی وہ ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں اب کوئی اس کا راستہ نہیں روک سکتا تھا، اُس نے یکایک اپنے گھوڑے کو چابک رسید کی اور امام حسینؑ کے خیموں کی طرف آ گیا!

لکر ا ہے کہ اس علامت ے طور پر کہ میں جنگ کی نیت سے نہیں ۔ آیا ہوں، امان کی غرض سے۔ آیا ہوں، حر نے اپنی ڈھال کو الٹا کرلیا۔ امام حسینؑ ے قریب پہنچتا ہے، سلام عرض کرتا ہے، اور اس کا پہلا جملہ یہ ہوتا ہے کہ: هَلْ تَرىٰ لِىْ مِنْ تَوْبَةٍ؟ (لہوف ص۴۳) کیا اس گناہ گار کی توبہ قبول ہوگی؟ امام حسینؑ فرماتے ہیں : ہاں! قبول ہے

امام حسینؑ کی کرم نوازی دیکھئے! یہ نہیں فرماتے کہ یہ کیسی توبہ ہے؟ ہمیں اس مشکل میں ڈالنے ے بعد اب توبہ کرنے آئے ہو؟ لیکن حسینؑ اس طرح نہیں سوچتے تے حسینؑ ہر صورت میں لوگوں کی ہدایت۔ ا چاہتے ہیں اگر آپؑ سے تمام جوانوں کو قتل کرنے ے بعد بھی عمر سعد کا لشکر توبہ کرلیتا، تب بھی آپؑ فرماتے کہ سب کی توبہ قبول ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب حادثہ کربلا ے بعد یزید ابن معاویہ نے علی ابن الحسین (امام زین العابرین) سے کہا تھا کہ اگر میں توبہ کرلوں تو کیا میری توبہ قبول ہوگی؟ توامامؑ نے فرمایا تھا کہ: ہاں، اگر تو واقعی سچی توبہ کرے توقبول ہوگی لیکن اُس نے توبہ نہیں کی

حر نے امام حسینؑ سے کہا: آقا! مجھے میدان میں جانے کی اجازت دیجئے تاکہ میں آپ پر اپنی جان فدا کردوں۔ امامؑ نے فرمایا: تم ہمارے مہمان ہو، گھوڑے سے نیچے آؤ، چندلمحے یہاں ٹھہرو حر نے عرض کیا: آقا! آپ کی اجازت سے میرا جانا بہتر ہوگا

حر شرمندہ تے، انہیں شرم آرہی تھی کیوں؟ اسلئے کہ وہ دل میں کہہ رہے تے کہ خدایا میں ہی وہ گناہگار ہوں جس نے سب سے پہلے تیرے اولیا ے دلوں کو تڑپایا تھا تیرے نبی کی اولاد کو دہشت زدہ کیا تھا

وہ کیوں حسین ابن علیؑ ے ساتھ بیٹھنے پر تیار نہیں ہوئے؟

کیونکہ انھوں نے یہ سوچا ہوگا کہ میں یہاں بیٹھوں، تو کہیں ایسا نہ ہو کہ حسینؑ کا کوئی بچہ یہاں آجائے، اس کی نظر مجھ پر پڑے اور میں شرم سے مارے ڈوب مروں

''وَ لَاحَوْلَ وَ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِہِ الطَّاہِرِیْنَ''

''بِاِسْمِکَ الْعَظِیْمِ الْاَعْظَمِ، اَلْاَعَزِّ الْاَجَلِّ الْاَکْرَمِ یَااَللّٰہ اَللّٰھُمَّ اقْضِ حَوَائِجَنَا، وَاکْفِ مُھِمَّاتِنَا، وَاشْفِ مَرْضَانَا، وَ ارْحَمْ مَوْتَانَا، وَ اَدِّ دُیُوْنَنَا، وَوَسِّعْ فِیْ اَرْزَاقِنَا، وَاجْعَلْ عَاقِبَۃَ اُمُورِنَا خَیْراً، وَ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضیٰ''

''رَحِمَ اللّٰہُ مَنْ قَرَأالْفَاتِحَۃَ مَعَ الصَّلٰوَاتِ''

دوسرا خطاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعالَمِینَ بارِئِ الْخَلائِقِ اَجْمَعِینَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ وَ رَسُولِهِ وَحَبِیبِهِ وَصَفِیِّهِ، وَحافِظِ سِرِّہِ، وَ مُبَلِّغِ رِسَالاتِهِ سَیِّدِنٰا وَنَبِیِّنٰا وَمَوْلانٰااَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ الطَّیِّبِینَ الطَّاهِرِینَ الْمَعْصُومِیناَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیمْ:

قَالا اَارَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَاوَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ(سورہ اعراف۷آیت۲۳)

گزشتہ رات ہماری گفتگو توبہ کے بارے میں تھی ہم نے عرض کیا تھا کہ توبہ راہِ سلوک اور راہِ عبادت و بندگی کی پہلی منزل ہے اگر کوئی پروردگار کے تقرب کا خواہشمند ہو، تو اس کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے کی غرض سے اُسے چاہئے کہ اپنے سیاہ ماضی سے منھ موڑے اور توبہ کرے

توبہ کی مہلت کب تک ہے؟

ہم نے وعدہ کیا تھا کہ توبہ کی جووضاحت حضرت علی علیہ السلام نے کی ہے، اور جس میں توبہ کی حقیقت، اس کی شرائط اور اس کے مرحلہ کمال کی نشاندہی کی ہے، اُسے آپ کی خدمت میں بیان کریں گے۔ بارے میں امامؑ کے بیان کو عرض کرنے سے پہلے مقدمے کے طور پر ایک سوال کا جواب عرض کرتے ہیں وہ سوال یہ ہے کہ: انسان کی توبہ کس وقت قبول ہوتی ہے، کونسا موقع توبہ کا وقت ہوتا ہے؟ یعنی کس وقت تک انسان کو توبہ کی مہلت حاصل ہے؟

انسان جب تک اس دنیا میں ہے اور اس کا رشتہ حیات باقی ہے اور جب تک موت کا بادل اس کے سر پر نہ آجائے، اسے توبہ کی مہلت حاصل ہے جب انسان موت کے چنگل میں گرفتار ہوچکا ہو اور اسے نجات کی کوئی امید نہ ہو، صرف اس وقت اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی وہ آخری لمحات اور لحظات جنہیں احادیث میں وقت معائنہ کہا گیا ہے، یعنی وہ لمحہ جب انسان موت کا اور اگلے جہان کا معائنہ کرتا ہے، انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے، اور عین اس وقت جبکہ ابھی وہ زندہ ہوتا ہے بلکہ باوجود اگلی دنیا کو اپنے سامنے موجود پاتا ہے اس لمحے سے پہلے پہلے انسان کی توبہ قبول ہوسکتی ہے لیکن خود اس لمحے میں توبہ قبول نہیں ہوگی اسی طرح آخرت میں بھی توبہ بے معنی ہوجاتی ہے وہاں نہ انسان کو توبہ کا حوصلہ ہوگا اور نہ راستہ۔ بالفرض توبہ کرنا بھی چاہے، جو قطعی طور پر حقیقی توبہ نہیں ہوگی، صرف ایک ظاہری عمل ہوگا، اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی اس معاملے میں ایسا کیوں ہے؟ کیونکہ اس سوال کا جواب ہماری گزشتہ رات کی گفتگو کو مکمل کرے گا، اسلئے ہم آج رات یہ گفتگو کر رہے ہیں

اب آئیے دیکھتے ہیں کہ "معائنۂ" کے لمحے میں توبہ کیوں قبول نہیں ہوتی قرآن واضح الفاظ میں کہتا ہے کہ :

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْآ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَه وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِه مُشْرِكِيْنَ

پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم خدائے یکتا پر ایمان لائے ہیں اور جن باتوں کا شرک کیا کرتے تھے سب کا انکار کر رہے ہیں (سورہ مومن۴۰ آیت ۸۴)

یعنی جوں ہی انہوں نے ہمارے انتقام کو دیکھا، توبہ کرنا چاہی، ہم اُن کی توبہ قبول نہیں کریں گے جس لمحے ہمارا انتقام ان کے سر پر پہنچے، اس لمحے ان کا اظہار ایمان کرنا، اظہار توبہ کرنا بے فائدہ ہوگا

کیوں؟ اسلئے کہ توبہ صرف پشیمانی اور صرف پلٹنا کا نام نہیں ہے یعنی اگر انسان کسی بھی سبب سے صرف اپنی گمراہی سے لوٹ آئے، تو اسے توبہ شمار نہیں کیا جائے گا توبہ اس وقت ہوگی جب انسان کے اندر ایک اندرونی انقلاب پیدا ہو جائے یعنی انسان کی شہوانی، غضبی اور شیطانی قوتیں اُس کی تباہکاریوں کے خلاف اٹھ کھڑی ہوں، اور انسان کے وجود کی مملکت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہیں توبہ کے معنی توبہ یعنی انسان کا اندرونی انقلاب

ایک مرحلے پر پہنچنے کے بعد، جب انسان کو محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ موت کے چنگل میں پھنس چکا ہے اور عذاب الٰہی اسے اپنے سامنے نظر آتا ہے، ظاہر ہے وہ ایسے موقع پر اظہار ایمان کرتا ہے، لیکن ایمان کا یہ اظہار اُس کے اندر پیدا ہونے والا مقدس انقلاب نہیں ہوتا قرآن، فرعون کے بارے میں کہتا ہے :

حَتّٰی اِذَآ اَدْرَکَهُ الْغَرَقُلا قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّه لآاَ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِه بَنُوْٓا اِسْرَآئِیْلَ

یہاں تک کہ جب غرق ہونے کے قریب پہنچ گیا تو اس نے آواز دی کہ میں اس خدائے واحد و لا شریک پر ایمان لے آیا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں (سورہ یونس۱۰آیت ۹۰)

فرعون جب تک دنیا میں ہے اوراس کے جسم کو دنیا کی ہوالگ رہی ہے وہ فرعونیت کا مظاہرہ کرتا ہے، کوئی دلیل نہیں مانتا، کسی وعظ و نصیحت کوقبول نہیں کرتا، موسیٰ اور جادوگروں کے درمیان مقابلے منعقد کرواتا ہے، خود جادوگر ایمان لے آتے ہیں لیکن وہ مزید سرکشی کا اظہارکرتا ہے، موسیٰ اور ان کی قوم کے قتل کے درپے ہوجاتاہے، اُن کا تعاقب کرتا ہے جب وہ دریا میں ڈوبنے لگتا ہے، پانی اسے گھیر لیتاہے، اُسے اپنی زندگی کا اختتام نظر آنے لگتا ہے اور اسے یقین ہوجاتا ہے کہ اب اُس کے پاس بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں رہا، تو کہتا ہے: قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّه لآاَ اِلٰهَ اِلَّاالَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِه بَنُوْٓا اِسْرَآئِیْلَہاں، میں اب موسیٰ کے خدا پر ایمان لے آیا

اب یہاں پہنچ کر اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی

خدا اس کی توبہ کیوں قبول نہیں کرے گا؟

کیا خدا بخل سے کام لے رہا ہے؟

نہیں ، اگر توبہ ہو تووہ قبول کرے! یہ توبہ ہی نہیں ہےتوبہ، یعنی باطن میں پیدا ہونے والا ایک مقدس انقلابیہ مقدس باطنی انقلاب نہیں ہے

ایک ایسا انسان جو دریا کی تہہ میں ہو، جس کے چاروں طرف پانی ہی پانی ہو، وہ جس طرف بھی نگاہ اٹھائے اسے پانی ہی دکھائی دے، اور اس حال میں وہ توبہ کا اظہار کرے، تو ایسے شخص کا ضمیر منقلب نہیں ہوا ہے، اُس کی فطرت زندہ نہیں ہوئی ہے، اُس نے خود اپنے خلاف قیام نہیں کیا ہے بلکہ اب اس حال میں جب وہ اپنے آپ کو بے بس اور لاچار محسوس کر رہا ہے، تو مجبوراً اظہارِ تسلیم کر رہا ہے لہٰذا اُس سے کہتے ہیں کہ: آلْئٰنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ

تو آواز آئی کہ اب جبکہ تو پہلے نافرمانی کر چکا ہے (سورہ یونس ۱۰ آیت ۹۱)

لمحے بھر پہلے جب تم آزاد تھے، اُس وقت تم نے یہ بات کیوں نہ کہی؟ گھڑی بھر پہلے جب تم آزاد تھے، اگر اُس وقت یہ کہا ہوتا، تو پتا چلتا کہ تمہارے اندر ایک مقدس انقلاب پیدا ہوا ہے لیکن اب جب یہ کہتے ہو، تو یہ، کسی مقدس انقلاب کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ مجبوری اور بے بسی کی بنا پر ہے

دنیا کا کونسا مجرم ایسا ہے جو عدالت کے کٹہرے میں آنے کے بعد پشیمانی کا اظہار نہیں کرتا؟ لیکن یہ پشیمانی نہیں ہے، اصلاح نہیں ہے، راہِ راست پر آنے کی علامت نہیں ہے اگر گرفتار ہونے سے پہلے خود مجرم کے اندر انقلاب پیدا ہو جائے اور اس کے پاس جرم کرنے کا موقع ہو، اُس کے باوجود جرم کا مرتکب نہ ہو تو اس کا نام توبہ اور مخلصانہ رجوع ہے پس آخری لمحات میں، اس حال میں کہ جب انسان کو دوسری دنیا نظر آنے لگتی ہے اُس کی توبہ قبول نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ توبہ ہوتی ہی نہیں ایسا نہیں ہوتا کہ وہ توبہ ہے لیکن اسے قبول نہیں کیا جاتا، نہیں، یہ اصلاً توبہ ہوتی ہی نہیں ہے

رہی بات یہ کہ اُس دوسری دنیا میں انسان کی توبہ کیوں قبول نہیں ہوتی؟ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کا جواب اسی پہلے جواب سے واضح ہے کیونکہ اُس دنیا میں بھی انسان ہر چیز کو دیکھ لیتا ہے، سب کچھ اُس کے سامنے ہوتا ہے لہٰذا جب وہ وہاں پر توبہ کا اظہار کرتا ہے

اور کہتا ہے کہ خدایا! میں پشیمان ہوں، تو اُس کا یہ اظہارِ پشیمانی اُس میں پیدا ہونے والے باطنی انقلاب کی وجہ سے نہیں ہے، ایک آزاد انقلاب نہیں ہے

دوسری بات یہ کہ جوں ہی انسان اس دنیا سے قدم باہر رکھتا ہے، اُسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اب اُس کی حیثیت کیا ہے؟ اُس کی حیثیت اُس پھل کی سی ہے جو ایک درخت پر تھا اور اب پک کر یا کسی بھی وجہ سے درخت سے جدا ہو گیا ہے

پھل جب تک درخت پر رہتا ہے، اُس وقت تک درخت سے اس کا رابطہ ہوتا ہے اگر اُس کی نشوونما ہوتی ہے، تو درخت کے ذریعے ہوتی ہے اگر اُس تک پانی پہنچتا ہے، تو درخت کی جڑوں کے راستے پہنچتا ہے اگر غذائی مواد اُس تک پہنچتا ہے، تو درخت کے ذریعے پہنچتا ہے اگر وہ ہوا سے استفادہ کرتا ہے، تو درخت کے ذریعے استفادہ کرتا ہے اگر اُس کا ذائقہ میٹھا ہوتا ہے، تو اُس عمل اور ردِ عمل کا نتیجہ ہوتا ہے جو درخت میں انجام پاتا ہے اگر اُس کا رنگ بدلتا ہے، تو یہ بھی درخت ہی کے ذریعے ہوتا ہے

جوں ہی پھل درخت سے جدا ہوتا ہے، اُس کے لئے موجود تمام امکانات ختم ہو جاتے ہیں مثلاً لمحے بھر پہلے جو سیب زمین پر گرا تھا، وہ کچا درخت پر موجود تھا اُس کے لئے اس بات کا امکان تھا کہ وہ پک جائے، ایک اور مرحلے سے گزرے، اُس کا رنگ بدل جائے اُس کے حجم میں اور اضافہ ہو جائے، ذائقہ اور خوشگوار ہو جائے، اُس کی مٹھاس بڑھ جائے، وہ زیادہ خوشبودار ہو جائے لیکن جوں ہی وہ درخت سے گرتا ہے، اُس کے لئے تمام امکانات ختم ہو جاتے ہیں یعنی جس لمحے وہ درخت سے گرا تھا وہی اُس کی آخری کیفیت، آخری حالت ہوتی ہے انسان درختِ کائنات کا پھل ہے، دنیا کے درخت کا پھل ہے ہم انسانوں کے لئے موجود تمام امکانات، اسی کائنات، اسی دنیا میں ہیں ہمارے لئے اچھے ہونے کا امکان اسی دنیا میں پایا جاتا ہے،

ہمارے بُرے اور بدتر ہونے کے وسائل بھی اسی دنیا میں موجود ہیں جب ہم اس دنیا میں موجود ہوتے ہیں ، تو کائنات اور دنیا کے درخت پر ہوتے ہیں ، اس درخت کا پھل ہوتے ہیں

این جہان ہمچون درخت ا ت اے گرام

ما بر آن، چون میوہ ھای نیم خام

جب تک ہم کائنات کے درخت کی شاخ پر ہیں ، ہمارے پاس تمام امکانات موجود ہیں اگر ہم عبادت کریں، تو پکے ہوئے پھل کی طرح پک جائیں گے اور اگر گناہ کے مرتکب ہوں، تو سڑے ہوئے پھل کی مانند سڑ جائیں گے جیسے کوئی کیڑا یا گھن [1] درخت کے ذریعے اس پھل تک پہنچ گیا ہو

توبہ بھی امکانات میں سے ایک امکان ہے اُس پانی یا خوراک کی مانند ہے جو درخت کائنات کے ذریعے ہم تک پہنچنا چاہئے لہذا مرنے کے بعد ہمارے کام نہیں آئے گی

کیوں؟

اسلئے کہ ہم نے عرض کیا کہ توبہ ایک مسترس انقلاب ہے، اور تمام تبدیلیوں، تغیرات اور انقلابات کا تعلق اِس دنیا سے ہے اپنی راہ کو لبدنا، اپنی سمت میں تبدیلی لانا ب کا باِس دنیا سے تعلق رکھتا ہے اوپر چڑھنا اور نیچے گرنا اس دنیا میں ممکن ہے جوں ہی ہم اُس دنیا میں قدم رکھیں گے، جس حد اور درجے میں ہوں گے، جس راہ پر ہوں گے، جس سمت ہمارا رخ ہو گا وہیں ٹھہر کے رہ جائیں گے اُسی مقام پر ہمارے عمل کی آخری حد ختم ہوجائے گی

ایک اور مثال پیش خدمت ہے:

بچہ جب تک رحمِ مادر میں ہوتا ہے، ماں کے وجود سے وابستہ ہوتا ہے اُس کی خوراک ماں کی جانب سے ہے، اُس کے بدن کا ہوا اور پانی ماں کے وجود سے ہے، اُس کی تندرستی اور بیماری ماں سے ہے لیکن جیسے ہی وہ ماں سے پیدا ہوتا ہے،

ا:- درخت یا نلے میں لگنے والا ایک کیڑا

ماں سے اُس کی یہ وابستگیاں ختم ہوجاتی ہیں ، اُس کی زندگی ایک اور زمانے میں داخل ہوجاتی ہے اور اب وہ ایک لمحے کے لئے بھی اُس پہلے زمانے کے ساتھ، جو رحمِ مادر کا زمانہ تھا، زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ جوں ہی انسان اِس دنیا سے ملتا ہے، اُس کی زندگی کا زمانہ یکسر بدل جاتا ہے اور اُس کے لئے اِس دنیا کے زمانوں سے معمول کے استفادے کا امکان بھی نہیں رہتا۔ عمل اور توبہ، پیش قدمی اور پسپائی، اوپر جانا اور نیچے آنا اور راستے اور سمت کو تبدیل کرنا، یہ سب باتیں اِس دنیا سے تعلق رکھتی ہیں

حضرت علی علیہ السلام کا قول ہے:

اَلْيَوْمَ عَمَلٌ وَ لَا حِسَابٌ وَ غَدًا حِسَابٌ وَ لَا عَمَلَ [۲]

فرماتے ہیں : اے لوگو ! آج عمل کا دن ہے، حساب کا دن نہیں دنیا جزا اور احتساب کا مقام نہیں البتہ یہ نہیں کہہ رہے کہ دنیا میں کسی طرح کے عمل کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ بعض اعمال کی دنیا ہی میں مکافات ہے اور دنیا میں انسان کو جن مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اُن میں سے بعض انسان کے عمل کا نتیجہ ہوتی ہیں لیکن یہ نہ سمجھئے گا کہ خدا ہر بُرے عمل کا حساب اسی دنیا میں لے لیتا ہے، اور نہ یہ تصور پیدا ہو کہ جس کسی بُری حالت کا انسان کو سامنا کرنا پڑتا ہے وہ اُس کے کسی گزشتہ عمل کا نتیجہ ہوتی ہے نہیں، ایسا نہیں ہے

لہٰذا اگر اِس دنیا میں انسان کو کوئی سزا نہیں ملتی ہو تو اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اُس کا حساب صاف ہے نہیں، ایسا نہیں ہے اور اگر کسی کو دنیا میں کوئی سختی جھیلنا پڑے، تو یہ اِس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ اعمالِ بد کا مرتکب ہوا ہے مثلاً یہ جو ایک سیلاب آیا اور پاکستانیوں کو ہلاکت سے دوچار کیا [۳]

۲:- آج عمل کا دن ہے، حساب نہیں ہے اور کل حساب کا دن ہوگا، عمل کی گنجائش نہیں ہوگی(نہج البلاغہ خطبہ ۴۲)

۳:- یہ اُس زمانے میں پاکستان میں آنے والے ایک سیلاب کی جانب اشارہ ہے

کیا یہ اُن کے بُرے عمل کی دلیل ہے؟ یعنی خدا نے اِس دنیا ہی میں اُن کا حساب کردیا ہے؟ نہیں، ایسا نہیں ہے اسلام

ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ: اَلْيَوْمَ عَمَلٌ وَ لَا حِسَابٌ وَ غَدًا حِسَابٌ وَ لَا عَمَلَ دنیا مقامِ عمل ہے، مقامِ حساب نہیں اِس

کے برعکس آخرت لکا عمل نہیں، صرف اور صرف حساب لئے جانے کی جگہ ہے

پس یہ جو انسان کے لئے توبہ کا وقت موت اور اُس کے آثار نظر آنے سے پہلے تک محدود کیا گیا ہے، اور جب انسان کو موت

اپنے سر پر نظر آنے لگے (جیسے فرعون کے ساتھ ہوا تھا) تو ایسے وقت میں اُس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، اور اسی طرح

اعِ آخرت میں توبہ نہ ہونے کا سبب وہی باتیں ہیں جنہیں ہم نے آپ کی خدمت میں عرض کیا

اِن سے ہمیں کیا نتیجہ حاصل کرنا چاہئے؟

بقول حضرت علی علیہ السلام: اَلْيَوْمَ عَمَل (آج عمل کا دن ہے) لہٰذا ہمیں موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے اُن لوگوں میں سے نہیں

ہونا چاہئے جو یہ سوچ کر توبہ میں تاخیر کرتے رہتے ہیں کہ ابھی بہت وقت پڑا ہے خداوند عالم فرماتا ہے:

يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْط وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا [۴]

یہ امید دھوکہ کہ ابھی دیر نہیں ہوئی، ابھی تو ہماری کافی عمر باقی ہے، ابھی ہم نے دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے، یہ شیطانی بہلاوے

ہیں، نفسِ امارہ کے فریب ہیں انسان کو توبہ میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے

یہاں ہماری تمہید ختم ہوئی، اب حضرت علیؑ کے کلام کی طرف آتے ہیں :

۴:- شیطان اُن سے وعدہ کرتا ہے اور اُنہیں امیدیں دلاتا ہے، اور وہ جو بھی وعدہ کرتا ہے وہ دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہے (سورہ نساء۴ آیت ۱۲۰)

توبہ کی شرائط

جب اُس شخص نے حضرت علیؑ کے سامنے استغفار کی اور حضرتؑ نے یہ محسوس کیا کہ وہ شخص استغفار کے معنی، اُس کی حقیقت اور اُس کے بلند مقام سے واقف نہیں ہے، تو آپؑ نے اعتراض کرتے ہوئے اُس سے کہا: ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ، أَ تَدْرِیْ مَا الْاِسْتِغْفَارُ؟ اَلْاِسْتِغْفَارُ دَرَجَۃُ الْعِلِّیِّیْنَ خدا تجھے موت دے، تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے اور روئے! تو لفظ استغفار کہتا ہے؟ جانتا بھی ہے استغفار کی حقیقت کیا ہے؟ استغفار علیین کا مرتبہ ہے(علیین یعنی وہ لوگ جو قرب الٰہی کے ان بلند درجات پر فائز ہیں)

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: استغفار اور توبہ ایک کلمہ ہے جو چھ بنیادوں پر قائم ہے

حضرت علیؑ کی بیان کی ہوئی ان چھ بنیادوں کو علما نے اس طرح سمجھا ہے کہ ان میں سے دو توبہ کی رکن و اساس ہیں دوسری دو توبہ کی قبولیت کی شرط ہیں (یعنی دو توبہ کی حقیقت کو تشکیل دیتی ہیں اور دوسری دو حقیقی توبہ کی قبولیت کی شرط ہیں) اور آخری دو توبہ کے کامل ہونے کی شرط ہیں

اب دیکھتے ہیں یہ چھ شرائط ہیں کیا؟

فرماتے ہیں: اَوَّلُهَا النَّدَمُ عَلٰی مَا مَضَی توبہ کی پہلی شرط (رکن) ماضی پر پشیمانی، حسرت، افسوس اور باطنی خلش اور تکلیف ہے یعنی توبہ اس وقت حقیقی توبہ ہے جب آپ اپنے گزشتہ سیاہ اعمال نامے پر نگاہ ڈالیں، تو ایک ندامت، ایک پشیمانی، ایک افسوس اور غیر معمولی حسرت آپ کے اندر پیدا ہو، آپ اپنے دل میں ایک خلش محسوس کریں اور خود سے کہیں کہ یہ میں نے کیا کیا تھا؟

آپ نے دیکھا ہوگا کہ کبھی انسان کوئی کام اس خیال سے کرتا ہے کہ اس سے اُسے فائدہ پہنچے گا یہ کام کرنے کے بعد یکایک وہ دیکھتا ہے کہ مثلاً اس کام سے اُسے دس ہزار روپے کا نقصان ہوا ہے جب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے تو کہتا ہے: اوہ! اور اپنی انگلی دانتوں میں دبا لیتا ہے ہائے! میں نے کیوں ایسا کام کیا؟ اس چیز کو پشیمانی اور حسرت کہتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ: میں نے فلاں کام کیا، اور اب اس کی وجہ سے اتنا پشیمان ہوں، ایسا سمجھتا رہا ہوں کہ اگر سمجھتا ہوتا ایسے ہوتے تو ابھی میرے نزدیک ل آتے ایسی ہی پشیمانی اور ندامت توبہ کی پہلی شرط ہے خدا نخواستہ آپ کے لب ایک حرام مثلاً شراب سے آلودہ ہیں پھر ایک مرتبہ آپ سوچتے ہیں کہ آخر قرآن کریم نے شراب نوشی کے بارے میں کیا کہا ہے؟ قرآن کہتا ہے کہ:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے ایمان والو! شراب، جوا، بت، پانسہ یہ سب گندے شیطانی اعمال ہیں لہذا ان سے پرہیز کرو تاکہ کامیابی حاصل کرسکو (سورہ مائدہ۵ آیت۹۰)

شراب، جوا اور بت پرستانہ کام خبائث ہیں، اگر بہتری، عادت اور کامیابی چاہتے ہو تو اِن سے دور رہو شراب نوشی، عادت اور کامیابی کے منافی عمل ہے جوا، اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے، یہ جس شکل وصورت میں بھی ہو گناہِ کبیرہ میں اس کا شمار ہوتا ہے مسلمان جوا نہیں کھیلتا

غیبت کی مذمت

ہم کیسے مسلمان ہیں جو اسلام کی طرف سے حرام ٹ ئے بڑے بڑے کاموں کا بھی ارتکاب کر بیٹھتے ہیں ؟ قرآن ہمارے درمیان را ٔ اس گناہ یعنی غیبت کرنے اور تہمت لگانے ے ۔ بارے میں اور س قدر متنبہ کرے؟ خدا کی قسم ! انسان کو لوگوں سے درمیان را ٔ اس قدر تہمت پر ت ب ہونا ہے!!

آپ جانتے ہیں تہمت کیا ہے؟ ہمارے پاس اول درجے ے دو گناہ ِ کبیرہ ہیں ان میں سے ایک جھوٹ لا اور دوسرا غیبت کرنا ہے گناہ ِ کبیرہ یعنی وہ گناہ جس کی وجہ سے انسان جہنم میں جانے کا مستحق ہوجاتا ہے

وَ لا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ط اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا(۱)

ایک دوسرے کی غیبت کرو، کیا تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے(سورہ حجرات۴۹ آیت۱۲)

اے لوگو! ایک دوسرے کی غیبت کرو۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ مسلمان بھائی کا گوشت کھائے؟ مردے کا گوشت کھانا اس قدر کریہہ اور نفرت انگیز ہے خصوصاً اگر انسان اس مردہ شخص کو جانتا ہو اور وہ اس کا دوست بھی ہو کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی تعبیر ہوسکتی ہے؟

تہمتٍ یعنی جھوٹ بھی اور غیبت بھییعنی جب یہ دو گناہ (جھوٹ اور غیبت) مل جائیں، اتق کا ۔ ام تہمت ہوتاچہا ہے ہمارے درمیان تہمت کتنی عام ہے یہ میں سے بعض لوگ مترس بننے کی خاطر (کسی کی غیبت کرتے ہوئے) اپنی بات سے پہلے "لوگ کہتے ہیں" لگادیتے ہیں مثلاً کسی شخص نے کسی دوسرے پر تہمت لگائی، اب یہ چاہتے ہیں کہ اس تہمت کا ۔ بار اپنی گردن پر نہ لیں (یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کو بھی دوکا دیا جاسکتا ہے!) لہذا یہ کہتے ہیں: لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص ایسا ہے، کہتے ہیں کہ فلاں جگہ ایسی ہے دوسرا یہ سے سننے کے بعد کسی اور جگہ جاکر کہتا ہے: لوگ ایسا کہتے ہیں اور پھر کہتا ہے: میں یہ نہیں کہتا کہ میں کہتا ہوں (بلکہ) دوسرے ایسا کہتے ہیں قرآن نے اس سے بھی منع کیاہے اور اس کو بھی ایک بڑا گناہ شمار کیا ہے فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ صاحبانِ ایمان میں برکاری کا چرچا پھیل جائے اُن کے لئے بڑا دردناک عذاب ہے (سورہ نور ۲۴ آیت ۱۹)

جو لوگ کسی مومن شخص ، مومن افراد یا مومنین کے کسی ادارے کے بارے میں کوئی بُری اور بیہودہ بات پھیلانا پسند کرتے ہیں اُن کے لئے ایک دردناک عذاب ہے) اگر آپ نے کسی احمق سے، کسی مفاد پرست سے یا کسی ایسے شخص سے جس کی بات کی حقیقت کے بارے میں آپ جانتے ہوں کہ وہ کہاں ہے کسی کے متعلق کوئی بات سنی ہو، تو آپ کو حق نہیں پہنچتا کہ آپ کہیں کہ "میں نے سنا ہے" یا یہ کہ "لوگ کہتے ہیں" خود یہ کہنا بھی کہ "کہتے ہیں" اشاعہ فاحشہ (برائی پھیلانا) ہے دوسرے گناہ بھی اسی طرح ہیں

جو شخص نظر بازی کرتا ہے، لوگوں کی عزت و ناموس کے ساتھ خیانت کرتا ہے، اسے پتہ ہونا چاہئے کہ پیغمبر اسلام کا فرمان ہے :

زِنَى الْعَيْنِ النَّظَرَ

نظر بازی آنکھوں کا زنا ہے(بحار الانوارج ۱۴)

(اسی طرح) جس نے نماز ترک کی، جس نے روزہ چھوڑا

مجھے نہیں معلوم یہ کس قسم کے مسلمان ہیں ؟ انسان کو شرم محسوس ہوتی ہے، لوگ ماہ رمضان میں سڑک پر چلتے ہوئے، علی الاعلان ہونٹوں میں سگریٹ دبائے چلے جارہے ہوتے ہیں ! کوئی گاڑی میں بیٹھا سگریٹ پیتا نظر آتا ہے ہر سال پولیس کی جانب سے اعلان کیا جاتا ہے کہ کسی کو روزہ خوروں کے خلاف اقدام کا حق نہیں ہے، خود پولیس کارروائی کرے گی ہم نے تو نہیں دیکھا کہ کسی پولیس والے نے کسی روزہ خور کو ٹوکا ہو

علی الاعلان روزہ خوری اسلام کی بے حرمتی ہے، یہ عمل قرآن کی بے عزتی ہے، پیغمبر اسلام کی توہین ہے اگر آپ روزہ خوری کرنا چاہتے ہیں ، تو اپنے گھر میں کیجئے اگر آپ نے اپنے گھر میں روزہ خوری کی، تو آپ ایک گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں گے لیکن جب آپ سڑکوں پر روزہ خوری کرتے ہیں ، تو روزہ خوری کے ساتھ ساتھ آپ اسلام کی توہین بھی کرتے ہیں

توبہ کرنے کے لئے پہلے ہمیں چاہئے کہ اپنی کی ہوئی غیبتوں پرایک نظر ڈالیں، اپنی شراب نوشیوں کو پیش نظر رکھیں، اپنی کی ہوئی تہمتوں کو مد نظر رکھیں، اپنے جوا کھیلنے پرنظرڈالیں، اپنی نظر بازیوں کو دیکھیں، خواتین اپنے عریاں لباسوں کاجائزہ لیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے معراج میں ایسی عورتوں کو دیکھا جنہیں ان کے بالوں سے لٹکایا گیا تھا اور آتشیں کوڑوں سے ان کو مار رہے تھے میں نے حیرت کے ساتھ جبرئیل ؑ سے پوچھا: یہ کون ہیں ؟

جبرئیلؑ نے کہا: یہ آپ کی امت کی وہ عورتیں ہیں جو اپنے بال نامحرموں سے نہیں چھپاتی تھیں۔ اُس وقت بے پردگی کا رواج تو نہیں تھا لیکن رسولؐ نے چشمِ باطن سے دیکھا (یہ چیزیں چودہ سو سال پہلے سے کتابوں میں ہیں) فرمایا: میں نے ایسی عورتوں کو دیکھا جنہیں ان کے پستانوں سے لٹکایا گیا تھا اور ان کے پستانوں پر کوڑے مارے جارہے تھے یہ عورتیں وجاس حال میں تھیں، یہ کون تھیں؟ فرمایا: مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت کی وہ عورتیں ہیں جو دوسروں کے سامنے اپنے بدن کی نمائش کرتی ہیں

آخر دنیا کی یہ چار دن کی زندگی کیا حیثیت رکھتی ہے کہ اِسے اس طرح بسر کرے) انسان اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیئے عذابِ الٰہی میں مبتلا کرے؟ بہرا! درست ہے، بقولِ یہ چکنے گھڑے ہیں یہ جسارت آخر کب تک؟ خدا کے خلاف بغاوت کب تک؟ پیغمبر اسلام کی توہین کب تک؟ اب یہ توہین چاہے زبانی کی جائے چاہے تحریری انسان کیا کرے کہ اِس ملک میں ایسی کتاب شائع ہوتی ہے جو کہ پیغمبر اسلام کی توہین سے بھری ہے اور اس کی پشت پر باقاعدہ نمبر بھی ثبت ہے (یعنی وہ باقاعدہ حکومت سے منظور شدہ بھی ہے) اسے اشاعت کی باقاعدہ اجازت بھی دی گئی ہے! ہوش میں آؤ، ذرا سوچو، کب تک غفلت میں پڑے رہو گے؟

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِکْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَق " (سورہ حدید۵۷آیت ۱۶)

کیا وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ہمارے دل جھک جائیں، خاشع ہوجائیں، دین خدا کے لئے نرم ہوجائیں اور خدا کی جانب سے نازل ہونے والے اس برحق قرآن کی پرواہ کریں؟ اس کی تعلیمات پر توجہ کریں؟

دیکھئے محرم آرہا ہےاگرہمارا دل زیادہ سے زیادہ اس بات پر خوش ہوکہ کسی مجلس میں شرکت کرکے چند قطرے آنسو بہا لیں، تووالله یہ کافی نہیں ہے ہمیں اپنے اوراپنے اسلام کے حال پرکچھ دیر غوروفکر کرنا چاہئےہمارے بچے ہاتھ سے نکل گئے ہیں ، ہماری اولادیں ہاتھ سے نکل گئی ہیں ، ہماری لڑکیاں ہاتھ سے نکل گئی ہیں ، ہمارا معاشرہ ہاتھ سے نکل گیا ہے، ہمیں ان سب کے بارے میں کچھ سوچنا چاہئے، ہمیں چاہئے توبہ کریں

(دوبارہ امیر المومنین کے کلام کی طرف آتے ہیں)

فرمایا: سب سے پہلے توتمہاری روح میں خلش پیدا ہونی چاہئے، اسے شعلہ ور ہونا چاہئے، اپنے آپ کو حسرت میں ڈوبا ہوا محسوس کرو، ندامت اور شرمندگی کے دریا میں غرق محسوس کرو اپنے گناہوں پر نظر ڈالو! اپنے اعمال کا محاسبہ کرو، اپنے آپ سے حساب لو، دیکھو کہ روزانہ کتنے گناہانِ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہو؟ شیخ بہائی کہتے ہیں :

جد تو آدم بہشتش جای بود

قدسیان کردند بہر او سجود

یک گنہ ناکرده، گفتندش تمام

مذنبی، مذنب، برو بیرون خرام

تو طمع داری کہ با چندین گناه

داخل جنت شوی اے روسیاه؟

(اے انسان تیرے پدر آدمؑ بہشت میں تھے اور فرشتوں نے ان کو سجدہ کیا تھا لیکن جوں ہی وہ ایک گناہ کے مرتکب ہوئے ان سے کہہ دیا گیا کہ بس اب یہاں سے چلے جاؤلیکن اے روسیاہ! تو یہ سمجھتا ہے کہ کئی گناہ کرکے بھی جنت میں چلا جائے گا)

توبہ کی دوسری شرط (رکن) کیا ہے؟ فرمایا: اَلْعَزْمُ عَلٰی تَرْکِ الْعَوْدِ ایک مردانہ عزم، ایک پکا ارادہ کہ اب مزید میں یہ عمل انجام نہیں دوں گا

البتہ یہ جو شعر میں نے پڑھے ہیں، ان سے کہیں میں نے آپ کو مایوس نہ کیا ہو یہ نہ سمجھئے گا کہ بس ہمارا تو کام تمام ہوگیا نہیں

لاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ

(سورہ زمر۳۹آیت ۵۳) خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ ۱۰

جتنے بھی گناہ کئے ہوں، بارگاہِ الٰہی میں لوٹ جائیے، خدا قبول کرے گا(توبہ کی قبولیت کی) تمام شرائط کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن گناہ کی حد اور مقدار کا ذکر نہیں کیا گیا یہ نہیں کہا ہے کہ اگر تمہارے گناہ اس حد تک ہوئے تو تمہاری توبہ قبول ہوگی اور اگر اس سے زیادہ ہوئے تو نہیں بلکہ یہ کہا ہے کہ توبہ کرو، قبول ہوگی، البتہ شرط یہ ہے کہ توبہ حقیقی ہو، صدقِ دل سے کی گئی ہواگرآپ کے باطن میں خلش پیداہوجائے، آپ کی روح میں ایک مقدس انقلاب بپا ہوجائے،

آپ گناہ کی طرف نہ پلٹنے کا عزم کرلیں، تو آپ کی توبہ قبول ہے ہاں، شرط یہ ہے کہ آپ کا عزم حقیقی عزم ہو ایسا نہ ہو کہ یہاں آئے اور دل ہی دل میں اپنے بُرے حالوں پر افسوس کیا اور باہر جاتے ہی سب کچھ بھول گئے اس سے کوئی فائدہ نہیں ، بلکہ یہ زیادہ بُری چیز ہے

امامؑ فرماتے ہیں : جو لوگ استغفار کرتے ہیں اور پھر دوبارہ گناہ کرتے ہیں اُن کا استغفار کرنا استغفار نہ کرنے سے زیادہ بُرا ہے کیونکہ یہ توبہ کا مذاق اڑانا ہے، خدا کی توہین کرنا ہے، توبہ کی توہین کرنا ہے

یہ دو چیزیں توبہ کی رکن ہیں :

پہلی چیز: ندامت، حسرت، باطنی خلش، ماضی پر دکھ، گناہ پر مکمل پچھتاوا

اور دوسری چیز دوبارہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم اور پکا ارادہ

لیکن توبہ کی دو شرطیں بھی ہیں :

پہلی شرط یہ ہے کہ لوگوں کے حقوق، حق الناس ادا کرنا چاہئیں خدا عادل ہے، وہ اپنے بندوں کے حقوق نظر انداز نہیں کرتا (لوگوں کے حقوق انہیں لوٹانے کے) معنی کیا ہیں ؟ آپ نے لوگوں کا مال ہڑپ کیا ہے؟ آپ کو چاہئے کہ وہ مال اس کے مالک کو واپس کریں، یا پھر اُس کی رضامندی حاصل کریں آپ نے لوگوں کی غیبت کی ہے؟ آپ کو انہیں راضی کرنا چاہئے، آپ کو چاہئے کہ خود کو چھوٹا بنائیں ان کے پاس جائیں، اُن سے کہیں کہ جناب میں نے آپ کی غیبت کی ہے، التماس کرتا ہوں کہ مجھے معاف فرمادیں

ایک قو ، خود میرے ساتھ بھی پیش آیا ہے، نہیں معلوم اسے بیان کرنا درست ہے یا نہیں ؟

۔ میری طالب علمی کا زمانہ تھا، طالب علمی کے دنوں میں، البتہ دوسری جگہوں سے کم، لیکن پھر بھی ایسا اتفاق ہوجاتا ہے کہ انسان کسی محفل میں بیٹھا ہوتا ہے اور کچھ لوگ مختلف لوگوں کی غیبت شروع کردیتے ہیں اور بسا اوقات انسان خود بھی اس میں مبتلا ہوجاتا ہے خدا رحمت کرے مرحوم آیت اللہ العظمیٰ آقائے حجت رضوان اللہ علیہ پر میں ایک مرتبہ ایسے حالات میں پھنس گیا اور کچھ ایسے لوگوں کے ساتھ جا بیٹھا جنہوں نے آقائے حجت کی غیبت کی آقائے حجت میری گردن پر استادی کا حق رکھتے ہیں ، میں نے کئی سال ان سے درس پڑھا تھا، حتیٰ اُن کے درس میں ایک عام مقابلے میں اُن سے انعام بھی حاصل کیا تھا

ایک مرتبہ مجھے احساس ہوا کہ یہ بات ٹھیک نہیں ہے میں کیوں وہاں جا پھنسا؟ ایک مرتبہ گرمیوں میں وہ حضرت عبد العظیم (کے حرم کے علاقے) میں تشریف لائے ہوئے تھے ایک دن ، پہرے وقت میں نے ان کے گھر پر دستک دی اور کہا کہ انہیں بتائیں فلاں آیا ہے وہ اندرونی میں تھے اجازت ملی مجھے یاد ہے کہ میں اندر گیا اُن کے سر پر ٹوپی تھی اور وہ ایک تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے (وہ بوڑھے اور بیمار تھے، یہ اُن کے انتقال سے دو تین سال پہلے کی بات ہے) میں نے عرض کیا: جناب عالی میں ایک بات عرض کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں انہوں نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے آپ کی غیبت کی ہے، البتہ بہت کم ، لیکن نسبتاً زیادہ غیبت سنی ہے میں اپنے اس عمل پر پشیمان ہوں، کہ آخر میں کیوں ایک ایسی محفل میں شریک رہا جس میں لوگ آپ کی غیبت کررہے تھے، پھر میں نے آپ کی غیبت سنی اور کیوں خود میری زبان پر بھی آپ کی غیبت آگئی اب جبکہ میں نے عزم کرلیا ہے کہ کبھی آپ کی غیبت نہیں کروں گا، اور ہرگز کسی سے آپ کی غیبت نہیں سنوں گا لہٰذا میں یہ عرض کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے معاف کردیں، مجھ سے درگزر فرمائیں

وہ جس بزرگواری کے حامل تھے، انہوں نے اُس کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا: کہ جیسے لوگوں کی غیبت کرنے کی دو قسمیں ہیں ایک مرتبہ (ہماری غیبت) اس طرح کی جاتی ہے کہ اُس سے اسلام کی توہین ہوتی ہے اور ایک مرتبہ (غیبت) خود ہماری ذات سے متعلق ہوتی ہے(میں سمجھ گیا کہ اُن کا مقصد کیا ہے) نہیں ، میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی اور کوئی ایسی جسارت نہیں کی جس سے اسلام کی توہین ہوتی ہو جو کچھ تھا وہ آپ کی ذات سے متعلق تھا انہوں نے فرمایا: میں نے تمہیں معاف کیا

انسان اگر توبہ کرنا چاہتا ہے تو اُسے چاہئے کہ لوگوں کے حقوق اور اُن کے قرض ادا کرے ایسا شخص جس کے ذمے زکات ہو اور اس نے وہ ادا نہ کی ہو، اُس کی گردن پر حق الناس ہے، اسے چاہئے کہ وہ ادا کرے ایسا شخص جس کے ذمے خمس ہو اور اُس نے وہ ادا نہ کیا ہو، اُس کی گردن پر حق الناس ہے، اُسے چاہئے اُسے ادا کرے ایسا شخص جس نے رشوت لی ہو، اُسے چاہئے وہ اسے اس کے مالک کو واپس کرے ایسا شخص جس نے کسی بھی ذریعے سے کوئی حرام مال بنایا ہے، اُسے چاہئے کہ اُس مال کو واپس کرے اگر کسی نے کسی پر کوئی زیادتی کی ہو، تو اسے چاہئے کہ اُس کی رضا حاصل کرے توبہ، یوں ہی نہیں کی جاسکتی!

حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: توبہ کی شرط یہ ہے کہ لوگوں کے جو حقوق تمہارے ذمے ہیں اُنہیں واپس لوٹاؤ مثلاً آپ نے لوگوں کا مال ہڑپ کیا ہے اور اب اُنہیں دینے کے لئے آپ کے پاس کچھ نہیں ہے اور آپ ایسے حالات میں ہیں کہ اُن تک دسترس نہیں مثلاً وہ لوگ مر چکے ہیں، ایسی صورت میں استغفار کریں، اُن کے لئے مغفرت طلب کریں، انشاء اللہ خدا اُنہیں (آپ سے) راضی کردے گا

توبہ کی (قبولیت کی) تیسر ی شرط یہ ہے کہ حقوق اللہ ادا کریں ق اللہ سے کیامراد ہے؟ مثلاً روزہ ق اللہ ہے، روزہ خدا کا ہےجو روزے آپ نے چھوڑے ہیں اُن کی قضا کیجئےجو نمازیں آپ نے چھوڑی ہیں ، ان کی قضا ادا کیجئےآپ مستطیع تے لیکن ح کو نہیں ئے تے، آپ کو چاہئے کہ اپنا ح انجام دینیہ مذاق نہیں ہے ح ۔ بارے میں آیا ہے کہ اگر کوئی صاحب استطاعت ہوجائےاورا ُسے کوئی عذرِ شرعی بھی نہ ہو، یعنی اُسے بیعی استطاعت حاصل ہو اور سفر کے لحاظ سے کوئی رکاوٹ نہ ہوا ُسے مالی استطاعت حاصل ہو اورا ُس کی اقتصادی حالت اسے اجازت دیتی ہوجسمانی استطاعت رکھتا ہو اورایسا مریض نہ ہو جو چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوتا، اس کے باوجود وہ ح نہ کرے، یہاں تک کہ مر جائے، ایسا شخص مرتے وقت اسلام کی حالت میں دنیا سے نہیں جائے گا ۔ پاس خدا کے فرشتے آتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں : مُتْ اِنْ شِئْتَ يَهُوْدِيّاً وَ اِنْ شِئْتَ نَصْرَانِيّاً (وسائل الشیعہ ج ۸ص۲۰، ۲۱) تو نے اسلام اِس رُکن کو انجام نہیں دیا اب تمہیں اختیار ہے، چاہوتو یہودی مرواور چاہوتو نصرانی اب تم مسلمان نہیں مر سکتے

کیسے ممکن ہے کہ انسان مسلمان ہو اور نماز نہ پڑھتاہو؟ مجھے یاد آیا کہ دو تین رات قبل جب میں نے فُضَیل بن عیاض کے بارے میں بات کی تھی، تو بعد میں مجھے ایک محترم خاتون کا ایک خط دیا گیا، جس میں لکھا تھا کہ اگر آپ اپنے سننے والوں کا احترام کرتے ہیں تو اپنی تقریر میں اس بات کا بھی تذکرہ کریں کیونکہ یہ بات بتانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر ہے لہٰذا میں بیان کرتا ہوں:

انہوں نے لکھا تھا کہ میں ایک رات صرف اُسی پہلی مرتبہ کے لئے یہاں آئی تھی لیکن میں اس قدر متاثر ہوئی کہ میں نے فیصلہ کیا کہ دوبارہ بھی یہاں آؤں گیمیں آج آئی ہوں اور آئندہ بھی آؤں گیمیں نے تربیتی علوم میں ماسٹرز کیا ہے، پرنسپل ہوں

(اس وقت مجھے یہ یاد نہیں کہ وہ پرائمری اسکول کی پرنسپل تھیں یا ہائی اسکول کی) آپ نے بہت سی باتیں کیں تفصیل بیان عیاض میں قرآن کی ایک آیت ُن کرانقلاب بپاہوگیا، یا نماز اور حضورِ قلب۔ بارے میں بیان کیامیں بر قسمت جو سرے سے قرآن ے معنی ہی نہیں سمجھتی، کیا کروں؟ میں، جو نماز ے معنی ہی نہیں سمجھتی میرے لئے اِس سے دوران حضورِ قلب کیونر ممکن ہے؟۔گویا یہ خاتون اپنی بانِ حال سے یہ کہہ رہی ہیں کہ ہم نے نرسری پڑ ں، پرائمری پڑ ں، ہائی اسکول اور کا ج، یونیورسٹی کی تعلیم بھی مکمل کی لیکن قرآن ہمیں کہیں نہیں سکھایا گیالہذا آپ یہاں اس حد تک عربی سکھانے کا کوئی بندوبست کیجئے کہ لوگ کم و بیش قرآن ے معنی سمجھ سکیں، نماز ے معنی جان سکیں اور کم از کم نمازکو اُس کی روح سے ساتھ پڑھ سکیں، قرآن کو اس کی روح ے ساتھ پڑھ سکیں، قرآن کی ایک آیت بھی پڑھیں، تو اسے سمجھیں

میں (دوستوں ے مشورے سے) آپ ب ے لئے ایک جواب دینا چاہتا ہوںمیں نے ہمیشہ اظہار کیا ہے اور اس کو واجب ترین واجبات میں سے سمجھتا ہوں کہ مسلمان عربی زبان سے واقفیت حاصل کریں، وہ سمجھیں کہ نماز میں کیا پڑھتے ہیں ، اپنے قرآن کو سمجھیں لیکن کیا کیا جائے کہ دنیا کی ہوس نے ہمیں اس طرح گرفت میں ے لیا ہے کہ کیونکہ انگریزی زبان آمدنی اور مادیات کی کنجی ہے اسلئے ہم اپنے سات سالہ بچے کو بھی انگریزی سیکھنے بھیج دیتے ہیں بہت کم گھرانے ایسے ہوں گے جن میں کم از کم ایک فرد انگریزی نہ جانتا ہو لیکن ہم اس بات ے لئے تیار نہیں کہ عربی ے لئے ایک کلاس ترتیب دیں اور خدا کی خاطر عربی زبان سیکھیں، اپنی نماز ے لئے عربی سیکھیں، اپنے قرآن ے لئے عربی سیکھیں کئی مرتبہ اعلان کر چکے ہیں کہ ہم یہاں عورتوں اور مردوں ے لئے عربی سیکھنے کی کلاس ترتیب دینے کو تیار ہیں ، لوگ آئیں اوراپنے نام درج کرائیں، عورتوں اور مردوں ے لئے علیحدہ علیحدہ کلاسیں ہوں گی، یہ ادارہ (حسینیہ ارشادمراد ہے) ان ے لئے مفت عربی زبان سکھانے ے انتظام کوتیار ہے کیونکہ یہ واجب ہے

(پھر اصل موضوع کی طرف آتے ہیں)

اس کے بعد حضرت علیؑ نے دوموضوع بیان کئے ہیں ، جو سچی توبہ کی تکمیل کی شرائط ہیں فرمایا: توبہ اُس وقت توبہ ہے جب اُس گوشت کو گلادو جسے تم نے حرام کھا کر پروان چڑھایا ہے یہ انسان کا گوشت نہیں ہے یعنی کیا؟ یعنی یہ گوشت جو رت جگے کی محفلوں میں تمہارے بدن پر چڑھا ہے، یہ بدن جو تم نے بنایا ہے حرام سے ہے، تمہاری ہڈیاں حرام سے بنی ہیں ، تمہاری جلد حرام سے بنی ہے، تمہارا گوشت حرام سے بنا ہے، تمہارا خون حرام سے بنا ہے تمہیں کوشش کرنی چاہئے کہ ان کو پگھلاؤ اور اس کی جگہ وہ گوشت نشو ونما پائے جو حلال ذرائع سے پیدا ہوا ہواپنے آپ کو گلاؤ

یقیناً اس بات کا آپ کو یقین نہیں آرہا ہوگا

میرے والد بتاتے تھے کہ مرحوم حاج میرزا حبیب رضوی خراسانی، جن کے شعر آج کل آپ لوگ بہت سنتے ہیں اور جو خراسان کے ایک بڑے مجتہد، عارف، فلسفی اور حکیم تھے، ایک ڈیل ڈول کے مالک اور بہت فربہ تھے زندگی کے آخری دنوں میں ان کی ملاقات ایک اہل دل، اہل معنی اور اہل حقیقت ہستی سے ہوئی حاج میرزا حبیب نے اپنے اس علمی مقام، معاشرے میں اپنی اس شہرت اور خراسان کے درجہ اوّل کے مجتہد ہونے کے باوجود اس زاہد، متقی اور روحانی انسان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کئے

والد صاحب بتاتے ہیں کہ کچھ عرصے بعد میں نے ایک تن وتوش کے مالک اُن حاج میرزا حبیب کو اِس حال میں دیکھا کہ اُن کا بدن انتہائی لاغر ہوچکا تھا (لوگ دبلا ہونے کے لئے یورپ جاتے ہیں اور ڈائٹنگ کرتے ہیں !) ہم نے دیکھا کہ حاج میرزا حبیب کا بدن اپنی عمر کے آخری دنوں میں گُھل کر کانٹا ہوگیا تھا وہ حضرت علیؑ کے فرمان کا مصداق بن گئے تھے کہ اس گوشت کو

(البتہ میں ا ُن کی شان میں بیان نہیں کرسکتا اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ حرام کے راستے سے) جو تم نے غفلت کے عالم میں پروان چڑھایا ہے، اسے گلاؤ

چھٹی شرط بھی آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں فرمایا: یہ بدن جس نے اس قدر گناہوں کی لذت چکھی ہے، اسے طاعت کی تکلیف کا مزہ چکھاؤ اور نماز کی فضیلت باہرو ہ لوگ نماز کادلدادہ شخص خدا کا بندہ نہیں بن سکتا ایسا شخص سرے سے انسان ہی نہیں بن سکتا، وہ انسان ہی نہیں آپ روزہ رکھتے ہیں، و شاق ہوتا ہے کیونکہ وہ شاق ہوتا ہے اسلئے خاص طور پر رکھئے آپ ساری رات عبادت میں ارگزنا چاہتے ہیں، لیکن آپ کو دشوار محسوس ہوتا ہے، کیونکہ دشوار محسوس ہوتا ہے اسلئے خاص کر یہ کام کیجئے کچھ عرصے اپنے آپ کو مشقت اور صعوبت میں ڈالیں، اپنی تربیت کریں

قرآن میں دو تعبیریں ہیں، رنج کا ذکر ا ُس نے توبہ کے بعد کیا ہے ایک یہ کہ توبہ کو تطہیر کے ساتھ ملاتا ہے مثلاً ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ

بے شک خدا توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے (سورہ بقرہ ۲ آیت ۲۲۲)

خدا توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے

قرآن کیاکہنا چاہتا ہے؟

کہتا ہے، توبہ کرو اور توبہ سے پانی سے خود کو دھو ڈالو پاک کرو چشم بینا رکھو صفائی صرف بدن کی نہیں ہوتی بدن کو بھی اچھی طرح صاف رکھتے ہیں البتہ یہ نہ صرف کوئی بُری بات نہیں بلکہ اچھی بات بھی ہے، اسے صاف ہونا بھی چاہئے ہمارے رسولؐ دنیا کے صاف ترین رہنے والے لوگوں میں سے تھے ہر روز شاور لیتے ہیں ، چند دنوں میں ایک بار اپنے بدن پر صابن لگاتے ہیں ، اپنا لباس تبدیل کرتے ہیں ، اپنے کوٹ پینٹ کو صاف ستھرا اور داغ دھبوں سے محفوظ رکھتے ہیں کیوں؟ اسلئے کہ ہم صاف ستھرا رہنا چاہتے ہیں تو کیا آپ صرف یہی بدن ہیں ؟ اپنے آپ کو پاک کیجئے، اپنی روح کو پاک کیجئے،

اپنے قلب کو پاک کیجئے، اپنے دل کو پاک کیجئے اپنے اس قلب، دل اور روح کو آب توبہ سے پاک کیجئے ''اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ''

قرآن کی ایک اور تعبیر یہ ہے کہ وہ بعض دوسرے مقامات پر توبہ کو کلمہ اصلاح کے ساتھ بیان کرتا ہے:

فَمَنْ تَابَ مِنۢ بَعْدِ ظُلْمِه وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

پھر ظلم کے بعد جو شخص توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے، تو خدا اس کی توبہ قبول کرے گا کہ اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے(سورہ مائدہ۵آیت ۳۹)

کل رات ہم نے عرض کیا تھا کہ انسان کی خصوصیات اور امتیازات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض اوقات اس کا نفس وجود اس کے دوسرے نفس وجود کے خلاف اٹھ کھڑا ہوتا ہے، انقلاب برپا کردیتا ہے اور یہ بھی عرض کیا تھا کہ یہ قیام اور یہ انقلاب کبھی تو انسان کے وجود کے پست مقامات کی جانب سے ہوتا ہے،

شہوت قیام کرتی ہے، غضب اٹھ کھڑا ہوتا ہے، شیطنت سر ابھارتی ہے اور کبھی یہ قیام انسان کی روح کے اعلیٰ مقامات کی جانب سے ہوتا ہے عقل قیام کرتی ہے، فطرت جوش میں آتی ہے، ضمیر اٹھ کھڑا ہوتا ہے، دل اور ضمیر کی گہرائی قیام کرتی ہے

اگر انسان کے وجود کے غیر مقدس مقامات کی جانب سے قیام ہو، (یہاں جب ہم پاک اور پست کہتے ہیں تو مراد مقدس اور غیر مقدس ہے) حیوانی عناصر کی طرف سے قیام ہو، تو اس قیام و انقلاب کا نتیجہ ایک ہلچل اور افراتفری کی صورت میں برآمد ہوتا ہے، اس کا نام بلوہ ہے کل رات ہم نے مثال عرض کی تھی کہ جن لوگوں نے تقدس، زہد اور تقوی کے نام پر خواہشات کے اعتبار سے محرومی اٹھائی ہے اور خود کو محروم رکھا ہے، یکایک دیکھتے ہیں کہ وہ آپے سے باہر ہوجاتے ہیں، ایک عجیب دھماکہ کسی کیفیت اورافراتفری کا عالم اُن پرطاری ہوجاتا ہے اسے دھماکے اور بلوے کے سوا کوئی نام نہیں دیا جاسکتا لیکن یہ کیفیت اُس قیام اور انقلاب کے برخلاف ہے جو انسانی وجود کے مقدس عناصر کی جانب سے پیدا ہوتا ہے وہ انقلاب جو عقل انسانی وجود میں برپا کرتی ہے، وہ شورش جو انسان کی خدا شناسی اور خدا پرست فطرت برپا کرتی ہے، وہ ایک مقدس انقلاب ہے مقدس انقلاب اصلاح کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے مقدس انقلاب ماضی کے برے اثرات کا خاتمہ کردیتا ہے مقدس انقلاب قصاص لیتا ہے

وَ لَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ

صاحبانِ عقل، تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے (سورہ بقرہ۲ آیت ۱۷۹)

ہم نے عرض کیا تھا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: اپنے بدن سے انتقام لو، قصاص لو جو گوشت حرام سے پروان چڑھا ہے، اسے گھلاؤ اُسے تحلیل کرو یہ نفسانی خواہشات سے قصاص اور انتقام لینا ہے انقلاب جب مقدس ہوتا ہے، تو گزشتہ برے اثرات کو ختم کرنا چاہتا ہے اور مٹا بھی دیتا ہے اسی لئے قرآن یوں بیان کرتا ہے کہ: فَمَنْ تَابَ مِنْم بَعْدِ ظُلْمِه وَ اَصْلَحَ یعنی جو توبہ اور اصلاح کرے

بنیادی طور پر توبہ ایک اصلاں قیام ہے اس سے سوا کچھ اور نہیں

آج جانے کی رات ہے ہمیں چاہئے آج کی شب دعا کریں، قرآن سر پر رکھیں لہذا میں اپنی گزارشات کو مختصر کرتا ہوں

ہ نے کل رات عرض کیا تھا کہ انسان کا ایک امتیاز توبہ ہے نیز یہ بھی عرض کیا تھا کہ راستہ... رخ تبدیل... صرف انسان کا خاصہ نہیں ہے، واجبات میں بھی یہ خصوصیت پائی جاتی ہے اور حیوانات میں بھی کسی حد تک یہ صفت موجود ہے لیکن راہ کی جس تبدیلی کا نام توبہ ہے اور جس سے معنی ایک قسم کا مقدس اندرونی انقلاب ہے، یہ صرف انسان سے ساتھ مخصوص ہے یہ بات ذہن میں رہے

نوعِ بشر سے تمام رہنماؤں سے مقابلے میں انبیا کو ایک امتیاز اور ایک خصوصیت یہ حاصل ہے کہ دوسرے رہنما معاشرے میں جو انقلاب لے کر آتے ہیں اُن کی زیادہ سے زیادہ کامیابی یہ رہی ہے کہ انہوں نے ایک گروہ کو، ایک طبقے کو، یا افرادِ بشر سے طبقات کو کسی دوسرے طبقے یا طبقات سے خلاف کھڑا کیا ہے معاشرے میں دو محاذ وجود میں لے آتے ہیں، اور ایک محاذ کو دوسرے محاذ سے خلاف مرتب کر دیتے ہیں ایک سے ہاتھ میں ڈنڈا اور دوسرے سے ہاتھ میں خنجر دے کر اُنہیں ایک دوسرے سے خلاف یلغار پیدا کرتے ہیں

البتہ یہ ایک بڑا کام ہے

س مقام پر یہ کام بڑا ہے؟

اُس مقام پر جہاں ایک ظا اور ایک مظلوم بن پیدا ہوجائے

مظلوم کو اپنے ق ے حصول کی دعوت دینا، خود ایک انسانی عمل ہے یہ عمل اسلام میں پایا جاتا ہے انبیا نے بھی یہ عمل انجام دیا ہے خاص طور پر اسلام میں تو ظا ے خلاف مظلوم کی حوصلہ افزائی اور اسے تقویت پہنچانا شامل ہے اپنے دو عظیم بیٹوں حسن اور حسین ۔ امام حضرت علیؑ کی وصیتوں میں سے یہ بھی ہے کہ: كُوْنَا لِظَالِمٍ خَصْماً وَ لِلْمَظْلُوْمِ عَوْناً (ظا ے دشمن اور مظلوم ے مددگار بنے رہنا نہج البلاغہ مکتوب ۴۷)

لیکن ایک اور عمل ہے جسے دوسرے انقلابی رہنما انجام دینے پر قادر نہیں، صرف انبیا اسے انجام دینے پر قادر تھے ان سے سوا کسی اور میں اسے انجام دینے کی قدرت نہیں اور وہ عمل یہ ہے کہ وہ انسان کو خود اپنے خلاف ابھارتے تھے یعنی ایسا کام کرتے تھے کہ از خودانسان میں احساس گناہ پیدا ہواور پھر وہ خود اپنے خلاف قیام کرے، مترس انقلاب بپا کرے، شورش کرے اسی کو توبہ کہا جاتا ہے آپ کو انبیا ے سوا کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں ملے گا جس میں یہ رقت پائی جاتی ہو کہ وہ لوگوں کو خود اپنی بدکاریوں اور جرائم ے خلاف قیام وانقلاب پر آمادہ کرے انبیا نہ صرف مظلوم کو ظا ے خلاف ابھارتے تھے بلکہ اُنہوں نے خود ظا کو اُس سے اپنے ہی خلاف ابھارا!

اگر آپ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو دیکھیں گے کہ اسلام نے مظلوم، مفلس، محروم رہ ئے اور حقیر سمجھے جانے وا ے لوگوں کو ابو سفیان اورابو جہل جیسے اکڑ باز لوگوں ے خلاف بھی ابھارا اورابو سفیان اور ابو جہل کی ف اور ت سے تعلق رکھنے وا ے لوگوں کو خود اپنے خلاف بھی کھڑا کردیااور انہیں بھی ان محروم ئے ہوئے

لوگوں کی ف میں لا کھڑا کیایہ طاقت صرف انبیا اور اولیا ہی میں پائی جاتی ہےانسان کو وخ اُس کی بدکاریوں اور جرائم سے خلاف الاہ انبیا اور اولیا کے سوا کسی اور کے بس کی بات نہیں ہے

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بغداد کے بازار سے گزر رہے تھے ہم جانتے ہیں کہ امام کس حال میں ہوں گے (شور شرابے، دھوم دھڑکے کے ساتھ نہیں گزر رہے ہوں گے) ایک گھر سے ساز و آواز، رقص و سرود کی آوازیں بلند تھیں جس وقت امام اس گھر کے سامنے سے گزرے، عین اُسی وقت اُس گھر سے ایک کنیز باہر نکلی، اُس کے ہاتھ میں کوڑے کا تھیلا تھا، جسے وہ مثلاً اسلئے لائی تھی کہ شہر کی صفائی پر مامور لا اسے اٹھا لے جائے امام نے اُس کنیز سے پوچھا: یہ صاحب خانہ بندہ ہے یا آزاد؟ کنیز نے اس سوال پر اظہار تعجب کیا، اور بولی: ظاہر ہے آزاد ہے؟ اس گھر کا مالک شہر کی ایک معروف اورجانی پہچانی شخصیت ''بشر'' ہے آپ یہ کیسا سوال کرتے ہیں ؟

شاید اس موقع پر اور سوال جواب بھی ہوئے ہوں، وجہ تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں درج نہیں ہوئے لیکن اتنا ضرور ہے کہ اس کنیز کو واپس جانے میں تاخیر ہوگئی جب وہ گھر میں واپس آئی تو صاحب خانہ ''بشر'' نے اس سے پوچھا: کیوں تاخیر ہوئی؟ دروازے پر کیوں کھڑی رہی؟ اُس نے کہا: اس اس طرح کی وضع قطع کے ایک صاحب گھر کے سامنے سے گزر رہے تھے انہوں نے مجھ سے یہ یہ باتیں کیں، یہ سوال کیا جس کا میں نے یہ جواب دیا اور آخر میں انہوں نے مجھ سے کہا کہ: اچھا، اب پتا چلا وہ بندہ نہیں آزاد ہے کیونکہ اگر وہ بندہ ہوتا تو یہاں سے اِس قسم کی آوازیں نہ آرہی ہوتیں، یہ رقص و سرود یہاں نہیں ہو رہا ہوتا، یہ شراب نوشیاں نہ ہوتیں، یہ عیاشیاں نظر نہ آرہی ہوتیں

بشر یہ فقرہ اور کنیز کی بتائی ہوئی علامات سن کر سمجھ گیا کہ وہ موسیٰ ابن جعفرؑ تھے (یہ ہوتا ہے توبہ پر آمادہ کرنا اور انسان کے اندر سے انقلاب لانا اور یہ انبیا اور اولیا کے کاموں میں سے ہے انبیا اور اولیا کے سوا کسی اور میں اس قسم کے کاموں کی قدرت نہیں پائی جاتی) یہ شخص بغیر جوتے پہنے، ننگے پیر ہی دروازے کی طرف دوڑا، اور پوچھا وہ کس طرف گئے؟ اسے بتایا گیا: اس طرف دوڑتا ہوا امام کی خدمت میں پہنچا، اپنے آپ کو امام کے قدموں میں گرا لیا، اور بولا: آقا! آپ نے فرمایا تھا میں بندہ ہوں، لیکن مجھے اپنے بندہ ہونے کا احساس ہی نہ رہا تھا حضور! اب اسی لمحے سے میں واقعاً بندہ بننا چاہتا ہوں آپ کی خدمت میں توبہ کے لئے حاضر ہوا ہوں

اس نے وہیں امام کے سامنے توبہ کی اور واپس اپنے گھر لوٹ آیا گھر پہنچ کر اس سارے ساز و سامان کو اٹھا کر پھینک دیا پھر اس کے بعد کبھی جوتے بھی نہ پہنے وہ برہنہ پا رہنے لگے۔ بازاروں اور گلی کوچوں میں ننگے پاؤں پھرا کرتا اور لوگ اسے "بشر حافی" یعنی ننگے پاؤں رہنے والا بشر کہا کرتے تھے جب لوگ اس سے پوچھتے کہ: ننگے پیر کیوں چلتے ہو؟ تو وہ کہتا تھا کہ: جب مجھے امام موسیٰ ابن جعفر کی خدمت میں (توبہ کی) وہ توفیق حاصل ہوئی تھی تو میں ننگے پیر تھا اب میرا دل نہیں چاہتا کہ دوبارہ جوتے پہنوں میں چاہتا ہوں کہ اسی حالت کو ہمیشہ محفوظ رکھوں جس میں مجھے وہ توفیق حاصل ہوئی تھی

بنی قریظہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک خیانت کے مرتکب ہوئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نمٹنے کا فیصلہ کیا ان لوگوں نے کہا کہ ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیجئے، وہ ہمارا حلیف ہے، ہم اس سے مشورہ کریں گے نبی کریم نے ابولبابہ سے کہا کہ وہ جائیں

وہ ٔ اور اُن سے مشورہ کیالیکن یہودیوں سے اپنے ایک خاص تعلق ے زیر اثر انہوں نے مشورت ے دوران اسلام اور مسلمانوں ے مفادات کوپیش نظر نہ رکھا اور ایک ایسا جملہ کہا، ایک ایسا اشارہ کیا جو جملہ یا اشارہ یہودیوں ے مفاد اور مسلمانوں ے نقصان میں تھا

جب وہ باہر آئے تو انہیں احساس ہوا کہ وہ خیانت ے مرتکب ہوئے ہیں ابھی کسی کو بھی اس بات کی خبر نہیں ہوئی تھی جوں جوں وہ چلتے ہوئے مدینہ سے نزدیک ہورہے تھے، اُن ے دل میں لگی یہ آگ اور بھڑک رہی تھی وہ گھر آئے، البتہ اپنے بیوی بچوں سے ملنے ے لئے نہیں ، بلکہ انہوں نے وہاں سے ایک رسی اٹھائی اور مسجد نبوی میں آکراس رسی ے ذریعے اپنے آپ کو مضبوطی ے ساتھ ایک ستون سے باندھ لیااور کہا کہ بارِ الٰہا! جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی میں اپنے آپ کو اس ستون سے نہیں کھولوں گاصرف نماز یا قضائے حاجت ے لئے ان کی بیٹی آکر ان کی رسی کھولتیوہ غذا بھی انتہائی مختصر کھاتے، بس ہر وقت التماس اور تضرع میں مشغول رہتےکہتے کہ: خدایا! میں نے غلطی کی ہے، گناہ کر بیٹھا ہوں، الٰہی! میں نے اسلام اور مسلمین سے خیانت کی ہے، تیرے پیغمبر سے خیانت کا مرتکب ہوا ہوں بارِ الٰہا! جب تک میری توبہ قبول نہ ہوجائے میں خود کو اس ستون سے نہ کھولوں گا، یہاں تک کہ میری موت واقع ہوجائے

لوگوں نے رسول اللہ کو آکر بتایا کہ ابو لبابہ نے ایسا کیا ہے آنحضرت نے فرمایا: اگر وہ میرے پاس آتا اور اقرار کرتا، تو میں بارگاہِ الٰہی میں اُس ے لئے استغفار کرتا لیکن وہ براہِ راست خدا ے حضور چلا گیا ہے، اور اب خود خدا اس کا فیصلہ کرے گا مجھے نہیں معلوم دو یا شبانہ روز گزرے یا اس سے زیادہ پیغمبر اسلام حضرت امِ سلمہ ے گھر پر تھے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی کہ اس شخص کی توبہ قبول کی جاتی ہےپیغمبر نے حضرت امِ سلمہ سے فرمایا: امِ سلمہ اُس شخص کی توبہ قبول ہوگئیامِ سلمہ نے عرض کیا: اے اللہ ے رسول! اجازت دیجئے کہ میں یہ بشارت سے آگاہ کر آؤں؟

آنحضرت نے فرمایا: کوئی حرج نہیں پیغمبر کے تمام حجروں کی ایک کھڑکی مسجد کی جانب کھلتی تھی اور انہیں مسجد کے اطراف میں تعمیر کیا گیا تھا ام سلمہ نے اپنا سر کھڑکی سے نکالا اور کہا: ابو لبابہ! میں تمہیں بشارت دیتی ہوں کہ خدا نے تمہاری توبہ قبول کرلی ہے یہ بات مدینہ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ خدا نے ابو لبابہ کی توبہ قبول کرلی ہے مسلمان اس کی رسی کھولنے کے لئے وہاں جمع ہوئے ابو لبابہ نے کہا: نہیں ، کوئی میری رسی نہ کھولے میری خواہش ہے کہ رسول اللہ اپنے دست مبارک سے مجھے کھولیں

لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ابو لبابہ کی خواہش ہے کہ آپ تشریف لائیں اور اپنے دست مبارک سے اسے کھولیں آنحضرت تشریف لائے اور اسے رسیوں سے آزاد کیا(یہ ہے حقیقی توبہ) فرمایا: ابولبابہ !تمہاری توبہ قبول ہوئی، تم پاک ہوکر اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے) کے مصداق بن گئے ہو اب تمہاری حالت اس بچے کی سی ہے جو ابھی ابھی اپنی ماں سے متولد ہوا ہو اب تمہارے وجود پر گناہ کا کوئی داغ نہیں ہے

جن لوگوں نے مدینہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ مسجد نبوی کے ایک ستون پر اُسْطُوانَۃُ التَّوْبَه یا اُسْطُوانَۃُ اَبی لُبابَه تحریر ہے یہ وہی ستون ہے، لیکن اُس وقت یہ ستون لکڑی کا تھا، البتہ ستونوں کی جگہ تبدیل نہیں ہوئی ہے یہ وہی ستون ہے جس سے پیغمبر اکرم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ابولبابہ کو کھولا تھا

ابولبابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول !میں اللہ کی طرف سے توبہ قبول کئے جانے کی اِس نعمت کے شکرانے کے طور پر اپنی تمام دولت راہ خدا میں صدقہ دینا چاہتا ہوں آنحضرت نے فرمایا: نہیں، ایسا نہ کرو اُس نے کہا: یا رسول اللہ! میں اللہ کی طرف سے توبہ قبول کئے جانے کی اِس نعمت کے شکرانے کے طور پر اپنی دولت میں سے دو تہائی راہ خدا میں صدقہ دینا چاہتا ہوں

آپ نے فرمایا: نہیں اُس نے کہا: اجازت دیجئے کہ میں اپنی آدھی دولت راہ ِ خدا میں رقہ کردوں آپ نے اس سے بھی منع کیااس پر ابو لبابہ نے کہا: اچھا مجھے اپنی ایک تہائی دولت راہ ِ خدا میں رقہ کرنے کی اجازت دیجئے رسولِ کریم نے فرمایا: ہاں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے

یہ ہے اسلام، جو تمام امور کو اپنی ٹھیک جگہ پر رکھتا ہے تم کیوں اپنی ساری دولت رتے میں دینا چاہتے ہو؟ تم کیوں اپنی آدھی دولت راہ ِ خدا میں رقہ دینا چاہتے ہو؟ تمہارے بیوی بچے کیا کریں گے؟ کچھ مقدار، ایک تہائی مقدار راہ ِ خدا میں دے دو، بقیہ کو اپنے پاس رکھو(سفینۃ البحار ج ۲ص ۵۰۳)

ایک شخص کی وفات ہوگئی پیغمبر نے اُس کی نمازِ جنازہ پڑھائیاس کے بعد پوچھا: اس کے کتنے بچے ہیں اور اس نے اُن کے لئے کیا چھوڑاہے؟ (کسی نے جواب دیا) اے اللہ کے رسول! اس کے پاس کچھ دولت تھی، لیکن مرنے سے پہلے اس نے وہ ساری دولت راہ ِ خدا میں دے دیآپ نے فرمایا: اگر تم لوگوں نے یہ بات مجھے پہلے بتائی ہوتی، تو میں اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھتا! یہ شخص معاشرے میں اپنے بھوکے بچے چھوڑکر گیا ہے؟

کہااچھا ہے کہ اگر آپ وصیت کرنا چاہتے ہیں کہ میرے بعد میری دولت کو راہ ِ خدا میں اس طرح خرچ کیا جائے، تو اس دولت کے ایک تہائی کے بارے میں وصیت کیجئے ایک تہائی سے زیادہ پر آپ کی وصیت لاگو نہیں ہوگی بعض علما کا فتوی یہ ہے کہ اگر کوئی بیمار شخص، اُس مرض کے دوران وجو اُس کی موت پر منتہی ہو، اپنے ایک تہائی سے زیادہ مال کو، اپنی موت سے قبل راہ ِ خدا میں دینا چاہے،

تو کیونکہ اُس نے یہ عمل اپنے مرضِ موت میں انجام دیا ہے اسلئے، اچھے اُس نے اسے وصیت کے عنوان سے نہ دینا چاہا ہو بلکہ خود اپنے ہاتھ سے یہ مال دیا ہو، تب بھی اُس کا ایسا کرنا جائز نہیں ہے کیوں؟ کیونکہ وہ صرف اپنے ایک تہائی مال کی وصیت کر سکتا ہے

البتہ توبہ کے درجات اور مراتب ہیں ، لہٰذا ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے ہم نے خاص طور پر ان شبوں میں توبہ کی گفتگو چھیڑی ہے، کیونکہ یہ دعا، عبادت اور استغفار کی شبیں ہیں

برادران! پہلے درجے میں خود اپنے لئے استغفار کیجئے، مغفرت طلب کیجئے پہلے مرحلے میں کوشش کیجئے کہ آپ اپنے گزشتہ گناہوں سے پاک ہوجائیں آپکا پاک ہونا یہ ہے کہ آپ پشیمان ہوجائیں، یہ ہے کہ آپ عزم کرلیں کہ اب دوبارہ گناہ نہیں کریں گے، یہ فیصلہ کرلیں کہ لوگوں کو اُن کے حقوق واپس لوٹائیں گے، خدا کے حقوق اسے واپس کریں گے برادرا! اگر آپ اپنے آپکو پاک کرلیں، تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی تمام دعائیں مستجاب ہورہی ہیں لہٰذا توبہ کیجئے

کل رات ہم نے آپ کی خدمت میں حر ابن یزید ریاحی کی توبہ کی داستان بیان کی تھی حسین ابن علی کے اصحاب میں ایک اور شخص شامل ہیں جن کا نام "زہیر ابن قین" ہے ان کا شمار بھی توابین میں ہوتا ہے، لیکن ایک دوسری صورت سے زہیر عثمانی تھے، یعنی حضرت عثمان کے شیعوں میں سے تھے، اُن لوگوں میں سے تھے جن کا عقیدہ تھا کہ حضرت عثمان مظلوم قتل ہوئے ہیں ، اور یہ تصور رکھتے تھے کہ نعوذ باللہ ان کے خون میں حضرت علی کا ہاتھ تھا حضرت علی کے بارے میں ان کے خیالات اچھے نہ تھے وہ مکہ سے عراق واپس جارہے تھے امام حسین بھی عراق تشریف لے جا رہے تھے زہیر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ حسین ابن علی کا سامنا کریں یا نہ کریں؟

کیونکہ بہر حال وہ دل سے ایک مومن شخص اور اس ۔ بات سے ۔ باخبر تے کہ حسین فرزن ِ رسول ہیں اور امت پر کیا ‑ق رکھتے ہیں وہ خوفزدہ تے کہ کہیں ا ُن کا امام سے سامنا ہو اورامام ُن سے کوئی ایسا تقاضا کربیٹھیں جسے وہ پورا نہ کرسکیں، اگر ایسا ہوا تو بہت .را ہوجائے گا

راستے میں ایک منزل پر وہ امام ے ساتھ پڑاؤ ڈالنے پر مجبور ہوئے یعنی کسی پانی ۔ پاس یا کسی کنویں ے قریب پڑاؤ ڈالا امام نے ایک شخص کو "زہیر" کو بلانے ے الئ ُن ے ۔ پاس بھیجا جب وہ شخص وہاں پہنچا تو اتفاقاً وہ کچھ لوگوں، اپنے ساتھیوں اور اپنے قبیلے ے افراد (زہیر اپنے قبیلے ے سردار تے) ے ہمراہ ایک خیمے میں دوپہر کا کھانا رہے تے جوں ہی امام حسین سے بھیجے ہوئے شخص نے آ ے کہا کہ: یَا زُهَيْرُ! اَجِبِ الْحُسَيْنَ يا اَجِبْ اَبا عَبْدِ اللّٰه الْحُسَين زہیر ے چہرے کا رنگ اڑ گیا اورانہوں نے (خود سے) کہا: جو میں نہیں چاہتا تھا وہی ہوگیا

لکھا ہے کہ زہیراور ا ُن ے ساتھ بیٹھے ہوئے افراد ے ہاتھ دسترخوان پر جہاں تے وہیں رے ے رے رہ ئےکیونکہ سب ُپریشان ہوئے تے نہ وہ یہ کہہ سکتے تے کہ ہم آرہے ہیں اور نہ یہ کہہ سکتے تے کہ نہیں آتے لکھتے ہیں : كَاَنَّهُ عَلىٰ رُؤُسِهِمُ الطَّيْرُ(گویا ُن ے سر پر پرندے بیٹھے ہوں) زہیر کی بیوی نیک اور مومنہ عورت تھیں جب اسے معلوم ہوا کہ زہیر نے حسین سے نمائندے ے جواب میں خاموشی اختیار کرلی ہے، تو وہ آگے بڑھیں اور عجیب ملامت آمیز لہجے میں بولیں: زہیر! تمہیں شرم نہیں آتی؟ فرزن ِ رسول، فرزن ِ زہرا نے تمہیں بلایا ہے، تمہیں وا‑ق ے ۔ پاس جانے پر فخر ہونا چاہئے تمہیں تردد ہے؟ اٹھو، کھڑے ہو! زہیر اٹھے اور چلے ئے لیکن طوعاً وکرہاً، بے دلی سے

مجے نہیں معلوم، یعنی تاریخ میں درج نہیں ہے اور شاید کسی کو بھی نہیں معلوم کہ امام حسین اور زہیر کی ملاقات کے دوران کیا ہوا؟ اُن کے درمیان کیا ہوا؟ کیا گفت و شنید ہوئی؟ لیکن وجہ بات مسلّم ہے، وہ یہ ہے کہ جب زہیر واپس آئے تو اُن کا چہرہ اُس چہرے سے بالکل مختلف تھا جب وہ گئے تھے جب وہ جارہے تھے تو اُن کا چہرہ افسردہ اور غمگین تھا لیکن جب وہ باہر نکلے تو اُن کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا

ہمیں نہیں معلوم امام حسین نے اُن کے وجود میں کیا انقلاب ایجاد کیا، انہیں کیا بات یاد دلائی، ہم نہیں جانتے لیکن اتنا جانتے ہیں کہ زہیر کے وجود میں ایک مقدس انقلاب پیدا ہوچکا تھا آئے اور آکے بیٹھ نہیں گئے، بلکہ دیکھا کہ وہ وصیت کررہے ہیں میرے مال ودولت کا یہ کرنا، میرے بچوں کا کیا، اپنی زوجہ کے بارے میں وصیت کی کہ اسے اس کے والد کے گھر پہنچا دینا وصیت مکمل کرنے کے بعد اپنے آپ کو تیار کیا اور کہا کہ میں جا رہا ہوں سب سمجھ گئے کہ اب زہیر نہیں آئیں گے

کہتے ہیں کہ جب وہ جانے لگے تو اُن کی زوجہ نے آگے بڑھ کر اُن کا دامن تھام لیا اور بولیں: زہیر! تم جارہے ہو اور ایک عظیم مقام حاصل کررہے ہو، حسین ابن علی تمہاری شفاعت کریں گے میں آج تمہارا دامن پکڑتی ہوں کہ قیامت میں حسین سے کہنا اور حسین کی ماں سے میری شفاعت کریں اس کے بعد زہیر کربلا کی صفِ اوّل کے اصحاب میں سے ہوئے

عجیب عا لم تھا زوجہ زہیر مضطرب تھی کہ کیا ہو رہا ہے؟ جب اسے اطلاع ملی کہ حسین اور اُن کے تمام احباب شہید ہوئے ہیں، تو سوچنے لگیں کہ یقیناً سب کے پاس کفن ہوگا لیکن زہیر کے پاس کفن نہیں تھا اور وہاں اُن کا کوئی نہیں ہے اس نے اپنے غلام کے ہاتھ ایک کفن بھیجا اُس سے کہا کہ: جاؤ زہیر کی تکفین کرو لیکن جب وہ غلام وہاں پہنچا تو جو حالت اُس نے دیکھی اُس سے اُسے زہیر کو کفن دیتے ہوئے شرم محسوس ہوئی، کیونکہ اُس نے دیکھا کہ زہیر کے آقا کا بدن بھی بے کفن پڑا ہے

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ وَ صَلَّ اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ الطَّاهِرِینَ

- بارِ الٰہا! ہم سب کا انجام نیک فرما
- بارِ الٰہا! ہم سب کو سچی توبہ کی، توبہ نصوح کی توفیق عنایت فرما
- بارِ الٰہا! اپنے لطف و کرم سے ہمارے گناہوں سے درگزر فرما
- بارِ الٰہا! ہمیں ان راتوں کے فیض سے محروم نہ فرما

رَحِمَ اللّٰهُ مَنْ قَرَءَ الْفَاتِحَةُ مَعَ الصَّلَوٰة

فہرست

عرضِ ناشر 2

پہلا خطاب 4

توبہ کیا ہے؟ 6

توبہ، یعنی راہ بدلنا 7

توبہ انسان کا امتیاز ہے 9

توبہ، یعنی خود انسان کے اندر سے قیام 11

تربیت کا غلط انداز 12

آپ کیسے تربیت کرنا چاہتے ہیں ؟ 13

توبہ کی کیفیت کیسے پیدا ہوتی ہے 17

عمل کے بغیر آخرت بخیر نہیں ہوگی 26

جوانی، توبہ کا بہترین وقت........ 28

استغفار کی حقیقت........ 31

دوسرا خطاب........ 39

توبہ کی مہلت کب تک ہے؟ 40

توبہ کی شرائط........ 48

غیبت کی مذمت........ 50

قرآن کیا کرنا چاہتا ہے؟ 63